سرکاری رپورٹ

سولھواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی کی کارروائی

اجلاس منعقدہ 16 اکتوبر 1996ء بمطابق 2 جمادی الثانی 1417 ہجری

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱۔	آغاز تلاوت قرآن پاک وترجمہ	۴
۲۔	وقفہ سوالات	۵
۳۔	رخصت کی درخواستیں	۲۴
۴۔	مشترکہ تحریک استحقاق نمبر ۲۵ پر عام بحث	۲۶
۵۔	تحریک استحقاق نمبر ۲۶ منجانب مولانا عبدالباری	۳۹
۶۔	تحریک التواء نمبر ۱۰ منجانب میر ظہور حسین کھوسہ	۴۴
۷۔	ڈیرہ بگٹی کی رپورٹ پر بحث اور منظوری	۴۸

جلد سولھواں

شمارہ ہفتم

(الف)

1- جناب اسپیکر ________ عبدالوحید بلوچ

2- جناب ڈپٹی اسپیکر ______ ارجن داس بگٹی

1- سیکریٹری اسمبلی _______ اختر حسین خاں

2 جوائنٹ سیکریٹری (قانون) _____ عبدالفتاح کھوسہ

(ب)

صوبائی کابینہ کے ارکان

۱۔ نوابزادہ ذوالفقار علی مگسی	پی بی ۲۶ جھل مگسی	وزیر اعلیٰ
۲۔ جام محمد یوسف	پی بی ۳۴ لسبیلہ	سینئر وزیر
۳۔ شیخ جعفر خان مندوخیل	پی بی ۱۴ ژوب	وزیر خزانہ
۴۔ میر عبدالنبی جمالی	پی بی ۲۰ جعفر آباد I	پبلک ہیلتھ انجینئرنگ
۵۔ ملک گل زمان کاسی	پی بی ۲ کوئٹہ II	وزیر ترقیات و منصوبہ بندی
۶۔ میر عبدالمجید بزنجو	پی بی ۳۲ آواران	وزیر لائیو اسٹاک
۷۔ ملک محمد شاہ مردانزئی	پی بی ۱۳ ژوب قلعہ سیف اللہ	حج و اقاف زکوۃ
۸۔ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ	پی بی ۳۷ تربت I	وزیر تعلیم
۹۔ مسٹر محمد ایوب بلیدی	پی بی ۳۸ تربت II	وزیر مال / ایکسائز
۱۰۔ مسٹر محمد اکرم بلوچ	پی بی ۳۹ تربت III	وزیر اطلاعات کھیل و ثقافت
۱۱۔ مسٹر کچکول علی بلوچ	پی بی ۳۶ پنجگور	وزیر ماہی گیری
۱۲۔ مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی	پی بی ۹ قلعہ عبداللہ II	وزیر آبپاشی و ترقیات
۱۳۔ ڈاکٹر کلیم اللہ	پی بی ۱ کوئٹہ I	ایس اینڈ جی اے ڈی و قانون
۱۴۔ مسٹر عبیداللہ بابت	پی بی ۱۱، لورالائی	وزیر جیل خانہ جات
۱۵۔ مسٹر عبدالقہار ودان	پی بی ۸، قلعہ عبداللہ I	وزیر جنگلات
۱۶۔ سردار ثناء اللہ زہری	پی بی ۳۰، خضدار I	وزیر بلدیات
۱۷۔ میر اسرار اللہ زہری	پی بی ۲۹ قلات	وزیر زراعت
۱۸۔ حاجی میر لشکری خان رئیسانی	پی بی ۲۴ بولان I	وزیر انڈسٹریز معدنیات
۱۹۔ نوابزادہ گزین خان مری	پی بی ۱۸ کوہلو	وزیر داخلہ
۲۰۔ نوابزادہ چنگیز خان مری	پی بی ۱۶ سبی	مواصلات و تعمیرات
۲۱۔ میر خان محمد خان جمالی	پی بی ۲۱ جعفر آباد II	وزیر خوراک
۲۲۔ سردار نواب خان ترین	پی بی ۱۷ سبی / زیارت	وزیر بہبود و اسا
۲۳۔ سردار محمد طاہر خان لونی	پی بی ۱۰ لورالائی I	وزیر صحت

۲۴۔	مسٹر طارق محمود کھیتران	پی بی ۱۲ بارکھان	وزیر خاندانی منصوبہ بندی
۲۵۔	مسٹر سعید احمد ہاشمی	پی بی ۳ کوئٹہ III	مشیر وزیر اعلیٰ
۲۶۔	ملک محمد سرور خان کاکڑ	پی بی ۷ پشین II	وزیر بے محکمہ
۲۷۔	عبدالوحید بلوچ	پی بی ۴ کوئٹہ IV	اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی
۲۸۔	ارجنداس بگٹی	ہندو اقلیت	ڈپٹی اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی

اراکین اسمبلی

۲۹۔	حاجی سخی دوست محمد	پی بی ۵ چاغی
۳۰۔	مولانا سید عبدالباری	پی بی ۶ پشین I
۳۱۔	مولانا عبدالواسع	پی بی ۱۵ قلعہ سیف اللہ
۳۲۔	نوابزادہ سلیم اکبر بگٹی	پی بی ۹ ڈیرہ بگٹی
۳۳۔	میر ظہور حسین خان کھوسہ	پی بی ۲۲ جعفر آباد / نصیر آباد
۳۴۔	مسٹر محمد صادق عمرانی	پی بی ۲۳ نصیر آباد
۳۵۔	سردار میر چاکر خان ڈومکی	پی بی ۲۵ بولان II
۳۶۔	نواب عبدالرحیم شاہوانی	پی بی ۲۷ مستونگ
۳۷۔	مولانا محمد عطاء اللہ	پی بی ۲۸ قلات / مستونگ
۳۸۔	مسٹر محمد اختر مینگل	پی بی ۳۱ خضدار II
۳۹۔	سردار محمد حسین	پی بی ۳۳ خاران
۴۰۔	سردار محمد صالح خان بھوتانی	پی بی ۳۵ لسبیلہ II
۴۱۔	سید شیر جان	پی بی ۴۰ گوادر
۴۲۔	مسٹر شوکت ناز مسیح	عیسائی
۴۳۔	مسٹر ستر ام سنگھ	سکھ پارسی

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 16 اکتوبر 1996ء بمطابق 2 جمادی الثانی 1417 ہجری

(بروز بدھ)

زیر صدارت جناب عبدالوحید بلوچ۔ اسپیکر

بوقت گیارہ بجکر پچیس منٹ (صبح) صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

از

مولانا عبدالمتین اخوندزادہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ
وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ اُولٰئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا
جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

ترجمہ :- بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہی ہے۔ اور ہم اسی کے بندے ہیں۔ اور پھر وہ اس پر مستقیم رہے۔ تو انھیں کوئی خوف و خطر نہیں۔ اور نہ ان کو رنج و غم ہوگا۔ وہ سب جنتی ہیں۔ اپنے اعمال کے بدلہ میں۔ وہ جنت ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔

مولانا عبدالباری : جناب والا پوائنٹ آف آرڈر جناب یہاں اسمبلی اجلاس کا وقت گیارہ بجے رکھا ہے تو اکثر وزراء صاحبان اور وزیر اعلیٰ ساڑھے گیارہ بجے اور بارہ بجے آتے ہیں جس سے وقت کی پابندی نہیں ہوتی ہے آپ یا تو وقت تبدیل کردیں یا سب کو پابندی کرائیں۔

جناب اسپیکر : یہ حکومتی پارٹی اور قائد ایوان کی ذمہ داری ہے کہ وہ وقت کی پابندی کو یقینی بنائیں۔

وقفہ سوالات

جناب اسپیکر : مولانا عبدالباری صاحب سوال نمبر412 دریافت فرمائیں۔

412- **مولانا عبدالباری** : کیا وزیر قانون ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان ہائی کورٹ مقدمات کی پیروی ایڈیشنل ایڈووکیٹ اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ کی موجودگی میں پرائیویٹ وکلاء سے کراتے ہیں؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو سال 96-1995ء کے دوران جن پرائیویٹ وکلاء سے مقدمات کی پیروی کروائے جاچکے ہیں ان وکلاء کے نام مقدمات کی تعداد اور معاوضے کی تفصیل دی جائے۔

وزیر قانون :

جی ہاں! یہ درست ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان ہائی کورٹ میں مقدمات کی پیروی ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل و اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے ہوتے ہوئے پرائیویٹ وکلاء سے کرواتے ہیں۔ کیونکہ حکومت نے انہیں اختیار دے رکھا ہے کہ وہ اپنے پینل

میں چند وکلاء کو شامل کر کے ان سے حسب ضرورت مقدمات کی پیروی حکومت کے خرچے پر کروائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل نہ صرف بلوچستان ہائی کورٹ میں مقدمات کی پیروی کرتے ہیں بلکہ وہ سپریم کورٹ آف پاکستان وفیڈرل شریعت کورٹ میں بھی بلوچستان کی نمائندگی کرتے ہیں لہٰذا اپنی عدم موجودگی یا بلوچستان ہائی کورٹ میں کسی بینچ (کورٹ) میں حاضر ہونے کی صورت میں پرائیویٹ وکلاء (پینل) میں سے کسی ایک کو دوسری عدالت میں پیش کرواتے ہیں تاکہ حکومت کی نمائندگی ہو سکے۔ جہاں تک سال 96-1995ء کے دوران کن وکلاء سے مقدمات کی پیروی کروائی گئی اور ان کو کتنا معاوضہ دیا گیا کا تعلق ہے اتنے مختصر وقت میں انفارمیشن ہائی کورٹ سے حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس بارے میں حقائق جمع کئے جا رہے ہیں۔ چونکہ معاملہ طویل اور ہائی کورٹ کے انتظامیہ سے زیادہ متعلق ہے اس لئے ان حقائق کے لئے کچھ مدت اور درکار ہوگی۔

جناب اسپیکر : کوئی ضمنی سوال ہو تو دریافت فرمائیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر یہاں جواب میں لکھا ہے کہ مقدمات کی پیروی کا حکومت نے انہیں اختیار دے رکھا ہے تو میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس حد تک اختیار دیا ہے اور اس اختیار کا کوئی نوٹیفکیشن آئین میں قانون میں کوئی لیٹر موجود ہے پینل کے بارے میں جو ایڈووکیٹ جنرل کو جو اختیار دیا ہے وہ کس حد تک ہے۔ کیونکہ جناب ایڈووکیٹ جنرل نے پینل رکھا ہوا ہے ان کا ایک اپنا بھائی ہے اور اس کے علاقے کا کوئی اور وکیل ہے دونوں جو ہیں وہ ایک ہی ہیں اور چیف منسٹر صاحب بھی اس پر متفق ہیں کہ وہ حقائق کو نہیں چھپا سکتے ہیں۔

نواب ذوالفقار علی مگسی : (قائد ایوان) جناب اسپیکر جہاں تک اختیارات کی بات ہے تو اختیارات اس حد تک ہیں جہاں تک ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب ان کو حکومت کے مقدمات کی پیروی کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ کس وکیل کو

حکومت کی طرف سے کسی وکیل کو انگیج کریں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر چیف منسٹر نے جو یہ بنا بنایا جواب دیا ہے اس بارے میں تو میں نے پوچھا ہے کہ کس حد تک کیونکہ جو ان کا اپنا بجٹ ہوتا ہے جو ایڈووکیٹ جنرل کا اپنا آفس ہے تو اس کے لئے باقاعدہ سالانہ بجٹ رکھتے ہیں وہ پانچ مہینے میں ختم کر دیتے ہیں اور جو پینل میں رکھے ہیں وہ اپنا بھائی رکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے علاقے کا ایک جونیئر وکیل رکھ کر وہ یہ ساری پیشیاں کرواتے ہیں خود اپنی موجودگی میں اس پر اعتراض یہ ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل ان کی موجودگی میں اور دوسری بات یہ ہے کہ پینل میں سب سے جونیئر وکیل اور اپنا بھائی رکھا ہوا ہے۔ ایک کیس کی پیشی پر جو دو سو روپے فیس دیتا ہے۔

جناب اسپیکر : ان کا علاقہ کون سا ہے؟

مولانا عبدالباری : علاقے کا تو سب کو پتہ ہے میں نہ تو قوم پرست ہوں اور نہ علاقہ پرست ہوں آپ اس کا قائد ایوان سے پوچھ لیں کیونکہ جواب وہ دیں گے۔ اس کے لئے یہ ہے کہ وہ ضرورت کی حد تک وکیل رکھیں گے جب ان کے ساتھ ایڈووکیٹ جنرل ہے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ہے تو کیا ان سے وہ مقدمات کی پیروی کراتے ہیں ان کو تو اس نے معطل کیا ہوا ہے یہ حقائق ہیں چیف منسٹر صاحب مان لیں۔

نواب ذوالفقار علی مگسی : (قائد ایوان) جناب اسپیکر مولانا صاحب کا جو اعتراض ہے کہ اگر ہمارے پاس سرکار کے کیسز کے لئے ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل موجود ہیں تو دوسرے وکلا کی کیا ضرورت پڑتی ہے میں نے جیسا کہ مولانا صاحب کو عرض کیا ہے جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ پھر دوسرے وکلاء کو سرکار کے کیسز کے لئے وہ انگیج کرتے ہیں اگر آپ کو اعتراض ہے کہ وہ دوسرے وکلا کو انگیج نہ کریں تو آپ کا مقصد یہ ہے۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر جب ان کے پاس اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل

موجود ہیں جب عدم موجودگی ہو تو پھر کوئی اور وکیل پیروی کرتا ہے چیف منسٹر صاحب جو جواب دیتے ہیں کہ حسب ضرورت میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ حسب ضرورت ہے یہ بلا ضرورت ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے اپنے بھائی کی جو جیب ہے اس کو بھرنے کے لئے مختلف حیلوں بہانوں سے وہ اس کا کام دیتے ہیں مقصد تو یہ ہے۔

اگر ہم صاف بات کریں تو آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں۔

مسٹر عبدالقہار خان ودان : (وزیر) جناب اسپیکر جیسا کہ مولانا صاحب کہتے ہیں کہ وہاں اپنے بھائی کو کیوں رکھا ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ کیسز وہاں ہر وقت آجاتے ہیں وہاں پر دس عدالتیں ہیں مختلف اوقات میں کیسز آجاتے ہیں اور ان کیسز میں یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کے پاس پیسے نہیں ہوتے ہیں کہ وہ وکیل رکھ سکیں تو سرکار نے بھی اپنی سہولت کے لئے ایڈووکیٹ جنرل کو رکھا ہے اور پھر جب ضرورت پڑجاتی ہے اور کیسز زیادہ ہوجاتے ہیں پھر وہ اپنے پینل سے کیس لے کر اس ضرورت مند آدمی کو وہ وکیل دے دیتے ہیں مولانا صاحب اس کے لئے آپ بچت یا دیگر کوئی بات کرتے ہیں یہ طریقہ کار بھی حکومت نے بنایا ہے یہ بچت کے لئے ہی بنایا ہے۔ اس کے لئے یہ مستقل وکلا رکھے ہوئے ہیں۔ بعض اوقات کیسز زیادہ ہوتے ہیں تو پھر پرائیویٹ وکیل کو لیتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب یہ جس طرح وکلا کی غلط وکالت کررہے ہیں جناب حقیقت یہ ہے کہ جب ایڈووکیٹ جنرل کے ماتحت اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل اور ان کے ماتحت لوگ ہیں اپنے بھائی کو یا کسی جونیئر وکیل کو رکھنا اچھا نہیں ہے۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب جب بیک وقت سرکار کے پاس پانچ کیسز ہوں مختلف عدالتوں میں تو پھر وہ کس طرح سے کرے پھر بے شک وہ اپنے پینل سے کرے؟

مولانا عبدالباری : وہ خود پیروی کریں اور جو سرکار کے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ہیں ان سے پیروی کرائے۔ پہلا جو میں نے ضمنی سوال کیا ہے اس کا کسی نے تسلی

بخش جواب نہیں دیا ہے۔

جناب اسپیکر : کچکول علی صاحب۔

کچکول علی ایڈووکیٹ : جناب اسپیکر ہمارے قانون میں اگر کوئی قتل کا کیس ہو کسی ملزم کو قوت نہ ہو وکیل رکھنے کی اس کو ہم لوگ POOR کہتے ہیں۔ قانونی زبان میں مفلس تو یہ اسٹیٹ کی یا لاء ڈیپارٹمنٹ کی ذمہ داری ہے کہ اس POOR کو یا اس ملزم کے سرکار خود ہی وکیل رکھے۔

جناب اسپیکر : وہ تو ڈسٹرکٹ اٹارنیز ہیں وہ تو اپنی جگہ پر ہے۔

کچکول علی ایڈووکیٹ : جناب اسپیکر آپ میری بات سنیں ایک یہ ہوتا ہے کہ مجرم کے لئے ڈسٹرکٹ اٹارنی مجرم کے خلاف وہ تو سرکار کی ہے۔ ایک آدمی وہ ہے جو مفلس ہے اس کو وکیل رکھنے کی قوت نہیں اور قانون میں مینڈوٹوری پرویژن ہے۔ کہ قتل کے کیس میں وکیل ضرور پیش ہو اگر ایک آدمی جس کے پاس یہ استداد نہ ہو کہ وہ وکیل رکھے میں خود وکیل رہا ہوں تربت میں وہاں جتنے بھی Poor کیس تھے لاء سیکریٹری نے مجھے دیئے تھے کہ ان کی پیروی آپ کریں۔ یہ قانون ہے اور جس طرح ہمارے دوستوں نے کہا کہ اگر یہاں ایک دو ہمارے ایڈووکیٹ جنرل یا ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل ہیں یا اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ہے میرے خیال میں یہاں جو مقدمات کی تعداد ہے وہ بہت زیادہ ہے اور یہ شروع سے ہوتا آرہا ہے میراورنگ زیب وکیل پہلے رہا وہ سرکار کا وکیل نہیں رہا ہے لیکن ایڈووکیٹ جنرل نے اس کو کچھ مقدمات ایسے تھے ان کو دے دیئے ہیں۔ یا کہ انگیج کرکے وہاں جو ڈسٹرکٹ اٹارنی ہے اس کی اتنی Capcity ہے کہ وہ سیشن کورٹ سبی یا خضدار چلا جائے۔ میرے خیال میں اس میں کوئی قدغن نہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر پوائنٹ آف آرڈر ہماری اسمبلی میں ایک اجنبی بیٹھا ہے کیا نئی اسمبلی بنی ہے ہم جائیں چھٹی ہوگئی ہے۔ سسٹم ختم ہوگیا یا کوئی نئی

بات ہے۔

جناب اسپیکر : وہ ایڈووکیٹ جنرل صاحب (اعزازی) طور پر وہ اس ہاؤس کے ممبر ہیں۔

مولانا عبدالباری : وہ ہاؤس کا کس طرح ممبر ہو سکتا ہے۔ قانون میں----

جناب اسپیکر : میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں ایڈووکیٹ جنرل کے بارے میں ہمارے قواعد و انضباط کار میں جو وضاحت ہے قاعدہ ایک کے جز الف میں ایڈووکیٹ جنرل سے آئین کے آرٹیکل 140 کے تحت مقرر کردہ ایڈووکیٹ جنرل مراد ہے۔ آئین کے دفعہ 144 میں ایڈووکیٹ جنرل کو یہ اختیار ہے کہ وہ ہاؤس میں بیٹھ سکتا ہے۔

جی عبدالنبی جمالی صاحب

عبدالنبی جمالی : (وزیر) جناب اسپیکر میں نے کہا کہ جتنی جلد ہو سکے مجرم کو انصاف ملے وہ بہتر ہے بہ نسبت کہ وہ جیلوں میں پڑا ہوا ہو چاہے وہ مجرم ہے یا بے گناہ ہے اگر مجرم کو سزا جلدی مل جائے تو اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ جلد انصاف ملتا ہے اور انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جتنی بھی عدالتیں ہیں ان میں گورنمنٹ کے وکلاء بیٹھے ہیں اور اس کو جلدی نمٹایا جائے گا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ صرف ہمارے اوستہ محمد کے جو مقدمات ہیں جو دس سال سے پڑے ہیں۔ وہ ایک سال میں نہیں بیٹھیں گے۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں پر لکھا ہے 96-1995ء کے دوران کن وکلاء نے مقدمات کی پیروی کی ہے ان وکلاء کے نام اور مقدمات اور معاوضہ۔ اتنی مختصر وقت میں انفارمیشن ہائی کورٹ سے حاصل کرنے سے مشکل ہے۔ جناب اسپیکر یہ ایسا سفید اور روشن جھوٹ ہے کیونکہ انفارمیشن جو ہے وہ ہائی کورٹ سے نہیں لینا پڑتا ہے۔ بلکہ ان کا جو آفس ہوتا ہے ایڈووکیٹ جنرل کا وہاں پر سب کچھ ہوتا ہے بل بھی پاس کرتا ہے ایڈووکیٹ جنرل سے انفارمیشن لینا اتنا مشکل کام نہیں جتنا کہ انہوں نے اس کو مشکل دکھایا ہے جتنا مشکل وزیر قانون نے جواب میں

دکھایا ہے یہ بالکل سراسر جھوٹ ہے اور ایسا جھوٹ فلور پر لانا اسمبلی کی توہین ہے اور اس پورے اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ کیونکہ وہ خود Sign کرتا ہے بل خود ہی پاس کرتا ہے قہار صاحب آپ سمجھیں جب ایڈووکیٹ جنرل سب کام خود کرتا ہے تو ہائی کورٹ سے انفارمیشن لینے کی کیا ضرورت ہے اور پھر میں نے صرف 1995-96ء کے معاوضے کے بارے میں پوچھا ہے وہ بھی ایک سال کا آپ کا بجٹ پورا سال چلتا ہے اور ان کا بجٹ پانچ مہینے میں ختم ہوتا ہے۔ تو اتنا بڑا کام نہیں ہے جناب وزیر صاحب حقیقت سے اصل حقائق کو نہ چھپائے۔ جناب اسپیکر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دو مہینے پہلے میں نے یہ سوال دیا ہے یعنی ساٹھ دن میں___

جناب اسپیکر : مولانا صاحب آپ بحث نہ کریں آپ نے سوال پوچھ لیا قہار صاحب آپ یہ بتادیں کہ ایڈووکیٹ جنرل کے آفس کا بجٹ ہائی کورٹ دیتا ہے یا لاء ڈیپارٹمنٹ دیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل کے آفس کا بجٹ لاء ڈیپارٹمنٹ دیتا ہے یا ہائی کورٹ دیتا ہے۔

عبدالقہار ودان : (وزیر) نہیں لاء ڈیپارٹمنٹ دیتا ہے۔

جناب اسپیکر : تو یہاں پر انہوں نے جو بیان دیا ہے کہ ہائی کورٹ سے اس کی انفارمیشن آئی۔ ہائی کورٹ سے میرے خیال میں جو کیسز ہیں ان کی انفارمیشن آپ لے سکتے ہیں لیکن بجٹ کی انفارمیشن لاء ڈیپارٹمنٹ دیتی ہے۔

عبدالقہار ودان : (وزیر) انہوں نے جو سوال کیا ہے دو چیزیں لانے کہ مقدمات کی پیروی اور وکلاء کے نام اور مقدمات اور معاوضے تین چیزیں انہوں نے مانگے ہیں۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے قہار صاحب آپ سوال کو سمجھیں آپ اس بات کو درست سمجھتے ہیں کہ لاء ڈیپارٹمنٹ کے تھرو ایڈووکیٹ جنرل گورنمنٹ کے کیسز

کے پیروی کے لئے وکلاء کو Hire کرتا ہے یا نہیں یا ہائی کورٹ کرتا ہے۔

عبدالقہار ودان : نہیں ایڈووکیٹ جنرل کرتا ہے۔

جناب اسپیکر : یہ جو جواب دیا گیا ہے یہ درست ہے یا غلط ہے آپ اس بات کو بتائیں۔

عبدالقہار ودان : (وزیر) اس میں انہوں نے تین چیزیں مانگی ہیں۔

جناب اسپیکر : آپ بتائیں وکلاء کو کون Hire کرتا ہے؟

عبدالقہار خان ودان : وکلاء کو لاء ڈیپارٹمنٹ ہائیر کرتا ہے۔

جناب اسپیکر : وکلاء کو پیسے کون دیتا ہے؟

عبدالقہار خان ودان : پیسے لاء ڈیپارٹمنٹ ہی دیتا ہے۔

جناب اسپیکر : اور کیسز کون دیتا ہے ان کو؟

عبدالقہار خان ودان : ایڈووکیٹ جنرل دیتا ہے

جناب اسپیکر : وہ لاء ڈیپارٹمنٹ کے انڈر آتا ہے؟

عبدالقہار خان ودان : جی ہاں۔

جناب اسپیکر : تو آپ یہ بتائیں کہ یہ جواب جو دیا گیا ہے کہ ہائی کورٹ سے ہمیں معلومات حاصل نہیں ہوئی یہ درست ہے یا غلط ہے۔

عبدالقہار خان ودان : نہیں پرنٹ میں شاید غلطی ہوگئی ہے۔

جناب اسپیکر : نہیں پرنٹ کی غلطی نہیں ہے آپ اسمبلی پر اس بات کو نہ چھوڑیں آپ یہ بات بتائیں کہ آپ اس جواب کو درست تسلیم کرتے ہیں یا غلط؟

عبدالقہار خان ودان : نہیں ہم یہاں تک یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ڈیپارٹمنٹ نہیں کہا ہے کہ آپ کے سوال کے جواب ہم نہیں دیتے ہیں صرف ہم نے ٹائم مانگا ہے کہ یہ ضخیم ہے۔

جناب اسپیکر : قہار صاحب بات یہ نہیں ہے کہ آپ سوال کا جواب دیتے ہیں یا نہیں دیتے ہیں جو جواب دیا گیا ہے وہ درست ہے یا نہیں یہ دو اور دو چار کی بات ہے آپ اس کو درست تسلیم کرتے ہیں یا غلط۔

عبدالقہار خان ودان : یہاں کچھ غلطی ہے کہ جو انہوں نے کہا تھا کہ ہائی کورٹ سے انفارمیشن ملنے کے بعد ہم دیدیں گے لیکن یہ ہم لاء ڈیپارٹمنٹ دے سکتے ہیں لیکن یہ نہیں ہے کہ اس میں ہم جواب نہیں دیتے ہیں یا آئندہ کے لئے آپ رکھ لیں اس میں ہم دیدیں گے جناب۔

جناب اسپیکر : آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جواب غلط دیا گیا ہے؟

عبدالقہار خان ودان : جواب میں تھوڑی سی غلطی ہے۔

میر عبدالنبی جمالی : (وزیر) جناب اسپیکر صاحب اس میں یہ ہوتا ہے کہ جتنے کیسز ہوتے ہیں جن کورٹس میں وہ ہائی کورٹ کو بھیجتے ہیں پھر ہائی کورٹ اس اسٹینڈرڈ کے وکیل کو ڈسپوٹ کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر : ہائی کورٹ کرتا ہے؟

عبدالنبی جمالی : (وزیر) جی ہاں ہائی کورٹ کرتا ہے لیکن

جناب اسپیکر : دیکھیں جمالی صاحب ہائی کورٹ کا کوئی جج کسی بھی وکیل کو ڈسپوٹ نہیں کرتا ہے آپ میری بات سنیں کہ جو پلینٹیف Plaintiff یا ڈیپنڈینٹ Dependent ہے وہ اپنا وکیل خود چنتا ہے چاہئے وہ گورنمنٹ ہے یا پرائیویٹ ممبر ہے۔

میر عبدالنبی جمالی : سرگورنمنٹ کی ایک لسٹ جاتی ہے ایڈووکیٹ جنرل بھیجتے ہیں ہائی کورٹ کو کہ جی یہ کیسز کو یہ ڈیل کرے گی وہ اپرول دیتے ہیں۔

جناب اسپیکر : ایڈووکیٹ جنرل صاحب آپ اس کی وضاحت کریں۔ آپ

تشریف رکھیں ایڈووکیٹ جنرل صاحب۔

جناب ایڈووکیٹ جنرل مسٹر یعقوب یوسف زئی : بڑی آسانی کے ساتھ اس کی وضاحت کر سکتا ہوں بات یہ ہے کہ اس کے مختلف حصے ہوتے ہیں آپ نے درست فرمایا کہ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے چونکہ ایڈووکیٹ جنرل آفس جو ہے وہ ایک ایڈمنسٹریٹر ڈیپارٹمنٹ کا حصہ ہوتا ہے جو ڈیپارٹمنٹ آف لاء کہلاتا ہے تو بجٹ ہمارا وہاں سے سینکشن ہوتا ہے اور جب یہ بجٹ سینکشن ہو کر آجاتا ہے تو چونکہ یہاں جو نظام میرے پاس ہے اس میں تقریباً" روزانہ اوسطاً" دس عدالتیں کام کرتی ہیں بیک وقت پانچ ہمارے پاس ہائی کورٹ کے ججز ہیں لیکن ان کے ساتھ اسپیشل جوڈیشل کمشنر بھی ہے جیسے سروس ٹریبونل ہے دوسرے معاملات ہمیں تو اس کے لئے چونکہ ایک لاء آفیسر ہے ایڈووکیٹ جنرل دوسرا ہے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور ایک ہم کو اضافی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ملا ہے جو اس وقت معطل ہے تو ان دس عدالتوں میں مجھے اختیار ہوتا ہے کہ میں جس کو چاہوں اور مناسب سمجھوں اس آدمی کو وہ کیس دوں تاکہ اسٹیٹ انٹریسٹ کے تحت اس پر پروٹیکٹ کیا جاسکے اب جو یہ طریقہ کار ہے پیسوں کا ہوا یہ تھا جناب والا کہ آج سے تیس پینتیس سال پہلے اس کا پچھتر روپے روزانہ فی کیس کے حساب سے مقرر تھا آپ جانتے ہیں کہ آج 75 روپے کی قیمت بہت کم ہے تو پھر سارے صوبوں نے نشاندہی کی۔

جناب اسپیکر : ایڈووکیٹ صاحب آپ مائیک کو ذرا صحیح کریں۔

ایڈووکیٹ جنرل : اس پیسے کی قیمت بڑھ گئی جناب تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ 75 روپے سے اب 220 اور 220 روپے کے حساب فی مقدمہ فی روز کے حساب سے ہوا یہ جو فی کیس اسٹیٹ پینل پر کونسل State Panel Per Councel کرتے ہیں ان کی فہرست مہینے کے بعد ایڈووکیٹ جنرل لاء آفس تیار کرتا ہے ان سے لسٹ لے کر اس کے بعد وہ ہائی کورٹ کو جاتا ہے ہائی کورٹ کے محکمے میں جاتا ہے وہ اور وہاں پر ان

کا وہ محکمہ اس کو چیک کرتا ہے کہ آیا مقدمہ اس وکیل نے جس کے نام یہاں ایک فہرست آئی ہے کیا ہے کہ نہیں کیا ہے پھر اس کو سیٹسفائی کرتے ہیں اور جب اس کو سیٹسفائی کر دیتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ واقعی اس شخص نے اس مقدمے میں اسٹیٹ کی پیروی کر کے حاضری دی ہے تو پھر اس کے بعد اس کے بل بنتے ہیں ایڈووکیٹ جنرل آفس سے تب جا کر اس کی ادائیگی ہوتی ہے اس لئے قانونا" ڈیپارٹمنٹ آف لاء سے ان کا پوچھنے کا مقصد یہ ہوا کہ یہ تو بھی بات رکھنی ہوگی کہ ہائی کورٹ کی سطح پر ان کی فہرستوں کی اور یہ جو وکلاء پیش ہوتے ہیں۔

اچھا سوری Sorry یہ میرے تجربے سے پہلی دفعہ گزرا ہے میں معافی چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر : اس لئے آپ اس وجہ سے غیر حاضر رہے آپ کا تجربہ نہیں ہوگا۔

ایڈووکیٹ جنرل : تو اس وجہ سے انہوں نے اس سوال میں ہائی کورٹ کا وہ تذکرہ کر کے یہ کہا کہ ابھی یہ پوچھنا پڑے گا یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے وہاں سے بھی پتہ کر سکیں گے جب بھی جی چاہے فہرست مہیا کر سکیں گے آپ کو۔

جناب اسپیکر : بات یہ ہے کہ جو جواب اسمبلی کو دیا گیا ہے وہ درست ہے یا غلط۔

ایڈووکیٹ جنرل : میرے حساب سے یہ جواب بالکل اس لئے درست ہے کہ اس میں جتنے بھی مختلف محکمے ہیں ان سے مکمل تحقیق کرنے کے بعد ہی آپ کو صحیح فگرز اور صحیح واقعات سامنے آنے چاہئیں تاکہ اس میں کسی قسم کی شک اور شبہے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

نواب ذوالفقار علی مگسی : (اظہار ایوان) جناب اسپیکر صاحب میں ذرا اس کی وضاحت کروں مولانا صاحب نے درست فرمایا کہ یہ جواب جو دیا گیا ہے کہ ہائی کورٹ سے ہم نے معلومات حاصل کرنی ہے یہ درست نہیں ہے اس میں لاء

ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے غلط بیانی کی گئی ہے یہ دینا چاہیئے تھا ہمارے لاء ڈیپارٹمنٹ کے محکمے کو کیونکہ ذمہ داری ان کی تھی اب ہائی کورٹ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ بھی کتنے پیسے دے رہے ہیں کون وکلاء پیش ہو رہے ہیں تو اس غلطی کی ہم معذرت چاہتے ہیں اور یہ لاء ڈیپارٹمنٹ سے انشاء اللہ۔

جناب اسپیکر : قائد ایوان اس کا نوٹس لیں کہ آئندہ اسمبلی کے اجلاس میں غلط بیانی نہ ہو۔

مولانا عبدالباری : میرا جو تیسرا ضمنی سوال ہے قائد ایوان صاحب نے جب تسلیم کرلیا ہے کہ غلطی ہوئی ہے اور معذرت چاہتا ہوں تو تیسرا ضمنی سوال میں چھوڑ دیتا ہوں۔

جناب اسپیکر : اچھا شکریہ آپ مولانا صاحب سوال نمبر413 مولانا عبدالباری صاحب دریافت فرمائیں۔

413.X- مولانا عبدالباری :

کیا وزیر قانون ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ آئین پاکستان کی رو سے ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان کی ریٹائرمنٹ کی میعاد 62 سال اور اس کا تندرست ہونا ضروری ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو موجودہ ایڈووکیٹ جنرل کی عمر صحت اور سماعت سے متعلق تفصیل دی جائے۔

جناب اسپیکر : وزیر قانون صاحب سابقہ وزیر قانون صاحب۔

عبدالقہار ودان : (وزیر جنگلات) موجودہ ایڈووکیٹ جنرل کی عمر اور ان کی تندرستی کے بارے میں ایک آئینی درخواست عبدالواحد بازئی ایڈووکیٹ نے بلوچستان ہائی کورٹ میں دائر کردی ہے جو کہ اب باقاعدہ سماعت کے لئے منظور کرلی گئی ہے لہٰذا بلوچستان اسمبلی انضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ 43 (ع) (IV) کے تحت کوئی بھی ایسا

معاملہ جو عدالت میں زیر سماعت ہو کے متعلق اسمبلی میں کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا۔

"لہٰذا سرے دست جواب نہ دارد"

جناب اسپیکر : کوئی ضمنی سوال مولانا صاحب۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر یہ جو سوال دیا ہوا ہے ضمنی سوال آپ کرتے ہیں یا میں کروں۔

وزیر جنگلات : ضمنی کیوسچن آ نہیں سکتا ہے لہٰذا آپ یہ سوال۔

مولانا عبدالباری : نہیں نہیں جناب اسپیکر بات یہ ہے کہ جو جواب دیا ہے بالکل غلط ہے وہ اس لئے کیا آپ 43 دفعہ جو آئین کے بعد چوتھا نمبر ہے اس میں آپ پڑھ لیں کہ اس وقت جو ہے کسی معاملے پر اسمبلی ڈسکشن یا بحث نہیں کر سکتی جب معاملہ عدالت میں زیر غور ہو اس پر اگر اعتراض ہو یا اس پر مضر اثرات مرتب ہوں تو میرے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس معاملے کے بارے میں کورٹ کے فیصلے پر مضر اثرات ہوں۔

جناب اسپیکر : یہ درست ہے جو ان کی عمر اور صحت کے بارے میں ہائی کورٹ میں ایک درخواست دی گئی ہے۔ یہ کورٹ کا جو معاملہ ہے اس پر بحث نہیں ہوگی۔

مولانا عبدالباری : اس دفعہ یہ ہے کہ عدالت کے کسی معاملے میں اس وقت ڈسکشن نہیں ہو سکتا ہے جب اس کے مضر اثرات مرتب ہوں۔ تو ایڈووکیٹ صاحب کی جو عمر ہے وہ تو گزشتہ اپریل میں پوری ہو چکی ہے اور ان کی صحت کے بارے میں ہمارے لئے کچھ نہیں یہ ہماری ذمہ داری ہے ہم پوائنٹ آوٹ کریں گے کہ بات یہ ہے کہ وہ کان سے معذور ہیں۔

جناب اسپیکر : آپ ڈاکٹر تو نہیں ہیں اس میں تحریر کیا ہوا ہے کہ اسمبلی قواعد

انضباط کار کے قاعدہ 43 اور (4) کے متعلق کوئی ایسا معاملہ جو عدالت کے زیر سماعت ہو اس پر بحث نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مولانا عبدالباری : اس میں لکھا ہوا ہے کہ پاکستان میں قائم شدہ عدالت یا ٹریبونل کے فیصلوں پر اعتراض کیا گیا ہو یا عدالت کے اختیارات پر کوئی مضر اثرات پڑنے کا احتمال ہو تو یہاں پر ہماری بحث سے اس پر تو کوئی مضر اثرات پڑنے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ یعنی ضابطہ کار میں دو چیزیں ہیں مگر یہاں جواب میں گول مول کرکے بات کو مختصر کرکے اپنے مفاد کے لئے بات کرتے ہیں۔ اور یہ بہت بری بات ہے وزیر قانون غلط جواب دے رہے ہیں اس میں یہ ہے کہ پاکستان میں قائم کوئی قانونی عدالت اس میں شرط ہے کہ مضر اثرات پڑنے کا احتمال ہو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وہاں عدالت میں فیصلہ ہو رہا ہے۔

ان کی عمر 62 سال ہے۔ ان کی عمر گزشتہ سال پوری ہو چکی ہے اب اس کو ریٹائر ہونا چاہئے اور ہمارے ایڈووکیٹ جنرل کی عمر پوری ہو چکی ہے۔

جناب اسپیکر : ان کی عمر پوری ہے یا نہیں ہے ہم تو اس کا فیصلہ نہیں کرسکتے ہیں ہمارا اختیار تو نہیں ہے۔ اگر ہم کہیں گے کہ عمر زیادہ ہے اثر تو ڈالے گا اور کم کہیں گے تو بھی اثر ڈالے گا۔ ان کی عمر تو زیادہ ہے۔

مولانا عبدالباری : عمر کے حوالے سے جو آرٹیکل ہے میرے پاس جو آرٹیکل ایک ہے 195 اس کے تحت جو ہے ان کے عمر کے بارے میں 62 سال لکھا ہے اور ہمارے ایڈووکیٹ صاحب کی جو عمر ہے وہ گزشتہ اپریل میں مکمل ہو چکی ہے باقاعدہ باسٹھ سال اپریل میں ہو چکا ہے تو اس کو ریٹائر ہونا چاہئے فارغ ہونا چاہئے اور ہمارے ایڈووکیٹ جنرل نے اپنی دوران تقریر میں یہ کہا کہ میں نے ایک اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کو معطل رکھا ہے کیوں معطل رکھا ہے خود کہا ہے معطل رکھا ہے۔

جناب اسپیکر : نہیں یہ تو کورٹ فیصلہ کرے گا کہ اس کی صحیح ہے یا نہیں ہے

ہم تو فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔

نہ ہی ڈکشن کر سکتے ہیں ہماری ڈکشن کورٹ کے فیصلے پر معترا ثر ڈالے اگر ہم کہیں گے ان کی عمر زیادہ ہوگئی ہے تب بھی کورٹ کے فیصلے اگر ہم نہیں کہیں گے کہ نہیں ان کی عمر زیادہ نہیں ہے تب بھی۔

مولانا عبدالباری : نہیں جناب اسپیکر صاحب ان کی عمر ہے زیادہ شناختی کارڈ کے حوالے سے دوسرے دستاویزات کے حوالے سے۔

جناب اسپیکر : تو چھوڑ دیں جو کورٹ فیصلہ کرے ہم سب اس کو تسلیم کریں گے۔

مولانا عبدالباری : ٹھیک ہے یہ جو جواب دیا ہے یہ غلط ہے۔

جناب اسپیکر : سوال نمبر414 مولانا عبدالواسع صاحب آپ پوچھیں گے کوئی اور پوچھے گا؟

جناب اسپیکر : سردار اختر محمد مینگل صاحب نہیں ہیں ان کے سوال موخر کئے جاتے ہیں میر ظہور حسین صاحب موجود ہیں سوال نمبر420 دریافت کریں۔

420- میر ظہور حسین کھوسہ :

کیا وزیر آبپاشی و برقیات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع جعفرآباد میں مانجھوٹی کینال اور سیم شاخ کی تعمیر کے لئے محکمہ متعلقہ نے زمینداروں سے اختیارات بطور معاوضہ خریدی ہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان اراضیات کی فی ایکڑ قیمت کس قدر مختص کی گئی ہے۔ نیز اگر ان اراضیات کی قیمت خرید میں کوئی فرق رکھا گیا ہے۔ تو اس کی کیا وجوہات ہیں ہر ایک کی الگ الگ تفصیل دی جائے۔

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی وزیر آبپاشی و برقیات :

ضلع جعفر آباد میں صرف سیم شاخوں کی تعمیر کے لئے پٹ فیڈر کینال کے توسیعی منصوبے کے تحت زمینداروں سے اراضیات معاوضہ ادا کرکے خریدی گئی ہیں۔

(ب) پٹ فیڈر کینال کے توسیعی منصوبے کے لئے جو اراضیات ضلع جعفر آباد میں خریدی گئی ہیں ان کی تفصیل جناب ڈپٹی کمشنر جعفر آباد کے دفتر سے موصول ہوئی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

(ب) پٹ فیڈر کینال کے توسیعی منصوبے کے لئے جو اراضیات ضلع جعفر آباد میں خریدی گئی ہیں۔ ان کی تفصیل جناب ڈپٹی کمشنر جعفر آباد کے دفتر سے موصول ہوئی ہے۔ جو کہ درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	ڈرین / سیم شاخ کا نام	خرید کردہ رقبہ ایکڑ گھنٹے	قیمت خرید فی ایکڑ	منصوبے کا دورانیہ
۱۔	جھٹ پٹ ڈرین / سیم شاخ	۱۹_۳۴۷	۰۰۰،۳۲ روپے	۱۹۹۵_۹۶ء
۲۔	بالان " "	۱۹_۵۴۱	ایضاً	" "
۳۔	باری " "	۲۱_۳۷۹	ایضاً	" "
۴۔	روپا " "	۳۷_۱۷۴	ایضاً	" "
۵۔	محبت پور " "	۳۱_۴۵۷	ایضاً	" "
۶۔	گمسی، عمرانی " "	۱۹_۱۳۹	ایضاً	" "
۷۔	نصیر " "	۱۴_۹۸	ایضاً	" "
۸۔	جھندیر " "	۱۵_۱۴۶	ایضاً	" "
۹۔	ٹمپل " "	_۲۶۲	ایضاً	" "

	۳۰(تقریبا)		
۱۰۔ روڈ" "	۹۵۔۳۰ (تقریبا)	ایضاً	" "
۱۱۔ جذھیر ویسٹ وے	۴۴۔۳۵	ایضا	" "
۱۲۔ مین کیریئر ڈرین	۲۸۔۰۶	ایضا	" "
۱۳۔ نصیر ویسٹ وے	۱۱۔۱۲	۲۰،۰۰۰روپے	۹۳۔۱۹۹۲ء
۱۴۔ مین کیریئر ڈرین	۳۳۲۔۳۴	۱۲،۰۰۰روپے	ایضا
۱۵۔ آؤٹ فال ڈرین	۱۹۷۔۲۲	۱۵،۰۰۰روپے	۹۶۔۱۹۹۵ء

متذکرہ بالا اراضیات کی قیمت خرید میں جو فرق ہے وہ اراضی کی زرخیزی اور پیداواری صلاحیت کو مدنظر رکھ کر مختص کی گئی ہے آؤٹ فال ڈرین (Out Fall Drain) کی اراضی کیر تھر کینال کے بیرون میں واقع ہے اور وہاں پر چاول کی کاشت نہیں کی جاتی اس لئے اس کی قیمت خرید دیگر ڈرینز/ سیم شاخ کی نسبت کم مختص کی گئی ہے۔

میر ظہور حسین خان : سوال نمبر420 اس میں مختلف قیمتیں مختلف زمینوں پر رکھی گئی ہے کہیں پر 23 ہزار کا ایکڑ ہے کہیں پر 15 ہزار ہے کہیں پر 13 ہزار ہے اور یہاں تک کہ سوئی گیس والے 40 ہزار روپے دیتے ہیں معاوضہ واپڈا پاور والے تقریبا تقریبا 40 ہزار 35 ہزار یا اس سے زیادہ دیتے ہیں تو اس طرح وہاں کے زمینداروں اور کاشتکاروں کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔

جناب اسپیکر : آپ سوال کریں ظہور صاحب آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے یا ان جوابات پر آپ کو اعتراض ہے آپ بحث نہیں کریں۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : ضمنی سوال یہ ہے سوئی گیس میں زیادہ دیا جارہا ہے واپڈا پاور میں زیادہ دیا جارہا ہے تو ان کو کیوں کم دیا جارہا ہے۔

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) اس سلسلے میں میرے خیال میں جواب

بالکل مکمل ہے اپنے معزز ممبر نے جو دو چیزیں پوچھی ہیں ایک تو یہ ہے کہ کتنی قیمت دی جاتی ہیں اس کی مفصل تفصیل جواب میں موجود ہے اور پھر اس کے بعد دوسری بات جو معزز رکن نے پوچھی ہے کہ اس میں فرق کیوں ہیں یعنی مختلف زمینوں کے لئے یہ کام محکمہ نے نہیں کیا ہے بلکہ اس کا قانون اور مروجہ جو طریقہ کار ہے وہاں پر زمینوں کو پرچیز کرنے کے لئے وہ کام کیونکہ ڈپٹی کمشنر کا ہے لہٰذا یہ کام سب محکموں نے اپنے ذمہ اٹھا کر ڈپٹی کمشنر کے حوالے کردیا ہے۔ ویسے یہ کام ڈپٹی کرتا ہے۔ میں جو معلومات جو موصول ہوئی ہیں ڈپٹی کمشنر سے وہ یہ ہے کہ یہ جو ایکڑ دی ہوئی ہے اور اس کی قیمت دی ہوئی ہے اس قیمت پر وہ زمین لے لی گئی ہیں اور اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ اس میں بعض زمینوں میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ یہ زمینیں بعض زمینیں جن کی قیمت کم ہے وہ بیرون تک واقع ہے اور وہاں پر چاول کاشت نہیں ہوتی اور جعفر آباد کی زمینوں میں جہاں پر چاول کاشت ہوتا ہے وہاں کی زمینوں کی قیمت زیادہ ہوتی ہے جہاں پر زیادہ چاول کاشت نہیں ہوتا ہے وہاں کی زمینیں کم ہوتی ہیں بہرحال اس کی جو صوابدید ہے اور جو قصہ ہے اس کا تعلق ڈپٹی کمشنر سے ہے اگر آپ کوئی خاص پوائنٹ اپنے لئے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو وہ ہم ڈپٹی کمشنر سے پوچھ کر کے پھر آپ کو بتلائیں گے ویسے محکمے کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے زمینوں کی خرید اور اس کے ساتھ جو زمینیں خریدی ہے اس کی تفصیل موجود ہے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : اس سے مطمئن ہوں لیکن اس میں جو ہے بیرون کا تو بالکل اس کا تو فرق ہے لیکن کاشت ہے جہاں پر چاول اس کا بھی فرق ہے۔

جناب اسپیکر : نہیں ظہور صاحب یہ زمینیں ڈپٹی کمشنر نے قبضہ کی ضلع یا لوگوں نے اپنی مرضی سے یہ قیمت دی ہے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : لوگوں سے زبردستی زمینیں لے لی گئی ہیں اور خود ہی ڈپٹی کمشنر نے مقرر کیا ہے۔

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی : زبردستی کی کوئی بات نہیں ہے یہ مفاہمت سے زمینیں خریدی گئی ہیں اور اپنی مرضی سے دی ہیں ڈپٹی کمشنر کو۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : کسی زمیندار کا پانچ ایکڑ زمین تھا اس کا سارا اس نالے کے اندر چلا گیا وہ تو زمیندار ہی نہ رہا تو ظاہر ہے زبردستی سے لی گئی ہے تو ان کو معاوضہ بھی ان کی مرضی سے نہیں دیا گیا ہے انہوں نے اپنی مرضی سے معاوضہ رکھا ہے ڈپٹی کمشنر نے۔

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی : زمین کی جو قیمت ہوتی ہیں کھوسہ صاحب وہ تو اپنی مرضی سے نہیں ہوتی ہیں کہ وہ جو قیمت ہے وہ قیمت مانگے ایسا بھی نہیں ہوتا ہے دراصل جو مروجہ اس علاقے میں جو زمینیں فروخت ہوتی ہیں جو زمیندار ایک دوسرے پر فروخت کرتے ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی مروجہ قیمت ہوتی ہیں اس کے مطابق زمینیں خریدی جاتی ہے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : اسلامی شریعت نے اجازت دی ہے کہ زمین کا مالک اپنی زمین کا قیمت خود رکھے اس طرح کا فیصلہ بھی موجود ہے۔

جناب اسپیکر : جس طرح آپ بیان کررہے ہیں اگر ایک ایکڑ دس ہزار روپے ہے مالک کہے میں ایک لاکھ پر بیچتا ہوں تو اس میں کیا ہے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : جناب اسپیکر اگر وہ زیادہ بولتا ہے تو وہاں سوئی گیس والوں نے واپڈا پاور والوں نے بھی پی ایچ ای والوں نے بھی زمینیں خریدی ہیں تو اس سے معاوضہ کا پوچھا جاسکتا ہے پھر اس کا Average نکالا جاسکتا ہے کہ بھائی اس کی اتنی قیمت ہوسکتی ہے۔

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی : کھوسہ صاحب Exactely یعنی آپ کی خدمت میں عرض کررہا ہوں ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو مروجہ قانون ہے

وہاں جو مروج قیمتیں ہیں ایک دوسرے پر زمیندار بیچتے ہیں آپس میں یا گورنمنٹ کو وہ بیچ دیتے ہیں ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈپٹی کمشنر نے یہ قیمت مقرر کی ہے ان کے صلاح و مشورے سے میری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہ ہے کہ ان کے صلاح مشورے سے یہ قیمت مقرر کیا گیا اور وہ بڑی مفاہمت اور اس میں کوئی گڑبڑ کی بات نہیں ہے انہوں نے خوش اسلوبی سے اس کو تسلیم بھی کیا ہے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : جناب اسپیکر صاحب اس میں تو مفاہمت کا ذکر تو نہیں ہے اس جواب کے اندر۔

جناب اسپیکر : ظہور صاحب آپ کے پاس کوئی ایسا شخص ہے جس کو اعتراض تھا جو آپ کے پاس آیا منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں اگر کسی شخص کو اعتراض ہے تو وہ ڈپٹی کمشنر سے اس مسئلے کو لے لیں گے۔

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی : اصل بات یہ ہے کھوسہ صاحب اگر آپ کے خیال میں کسی زمیندار یا کسی مالک کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے

رخصت کی درخواستیں

جناب اسپیکر : سیکریٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

اختر حسین خاں سیکریٹری اسمبلی : عبیداللہ بابت صاحب نے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : میر عبدالمجید بزنجو صاحب صوبائی وزیر نے طبیعت ناساز ہونے کی بنا پر آج 16 اور کل 17 اکتوبر کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : ڈاکٹر عبدالمالک صاحب سرکاری دورے پر گئے ہیں اس لئے انہوں نے 16' 17 اکتوبر94ء کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : ملک گل زمان کاسی صاحب نجی مصروفیت کی بنا پر آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : نواب خان ترین نے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : جناب یہ سعید احمد ہاشمی صاحب نے 16'17 اکتوبر96ء کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : میر اسرار اللہ زہری صاحب نے 16-17 اکتوبر 96ء کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : جناب محمد سرور خان کاکڑ وزیر سیاسی امور نے موجودہ پورے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : میر محمد صادق عمرانی صوبائی وزیر نے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : سردار اختر مینگل صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا پر 16-17 اکتوبر 96ء کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب اسپیکر : مشترکہ تحریک استحقاق نمبر25 جو نواب عبدالرحیم شاہنوانی مسٹر ارجن داس بگٹی' سردار سترام سنگھ وغیرہ موخر شدہ 13 اکتوبر اس پر کوئی بولنا چاہے تو عام بحث ہوگی۔

مسٹر کچکول علی ایڈووکیٹ : جناب والا! میں نے پہلے ہی اس کے متعلق کچھ بولا تھا اور آج اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ جو انٹیلی جنس بیورو سے ایک آرڈر ایشو issue ہوا ہے جس میں اس نے یہ اختیارات استعمال کئے ہیں۔ فیڈرل گورنمنٹ نے بھی کوئی ایسا نوٹیفکیشن ایشو کیا ہے یا جب بھی ایمرجنسی ملک میں ہوگا۔ جو آرٹیکل 232-232 تک جو صدر پاکستان نے ایسا کوئی اعلان یا فرمان جاری کیا

ہے کہ پاکستان میں کوئی ایمرجنسی ہے کوئی وار ہے یا باہر کے کسی ملک نے حملہ کردیا ہے یا کہ ملک میں اندرونی طور پر ملک میں خلفشار ہے۔ جس کو سنبھلنے کے اس ادارے نے یہ میمورنڈم اشو کیا ہے۔ یہ جناب دیکھنا ہے کیونکہ یہ سبجیکٹ فیڈرل گورنمنٹ کا ہے اور اس نے اپنے میمورنڈم کا کوئی تذکرہ بھی نہیں کیا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کے اس نوٹیفکیشن کے تحت یہ میمورنڈم اشو کی جارہی ہے۔

یہ صدر پاکستان کے فلاں حکم کے تحت ہے اس سلسلے میں یہ جو میمورنڈم ہے خاموش ہے اس کے بعد ہم یہ دیکھیں گے کہ آیا یہ ایجنسیاں جو ہیں خود سر ہیں۔

گورنمنٹ یا کانسٹی ٹیوشن میں جس کی جیورڈکشن ہے یہ اس کی پابند ہے یا شروع ہی سے یہ یہاں جو سیاست ہے یہ جو مملکت ہے یا یہاں کی ریاست جو جمہوریت کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے وہ من مانیاں کررہی ہے کچھ یہ سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں اگر انہوں نے صدر مملکت کی یا فیڈرل گورنمنٹ کے کسی احکامات پر یہ میمورنڈم ایشو کیا ہے تو اس کے ذمہ دار اس کے جواب دار وفاقی حکومت اور صدر مملکت ہیں۔ اگر ان کے منشا یا احکامات کے باوجود انہوں نے یہ میمورنڈم ایشو کی تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ Might is Right والی بات ہے تو یہ بات پاکستان میں شروع ہی سے ہے اس سلسلے میں اگر پاکستان کی تاریخ دیکھ لیں ان اداروں نے ان ایجنسیوں نے میں تو کہتا ہوں ان کے جو جیورسڈکشن ہیں ملک میں کہ وہ پاکستان کی سالمیت اور پاکستان کے استحکام کے لئے انہیں کام کرنا ہے لیکن یہ وہ بھی نہیں کررہے ہیں حال ہی میں ایک بریگیڈیئر اے آر سعید ترمذی نے The Profile of inteligince پر ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے بڑی جرات کے ساتھ یہاں جتنی ایجنسیاں ہیں وہ کام پاکستان کے لئے نہیں امریکہ کے لئے کررہی ہیں یعنی یہاں پاکستان میں جو سینسی ٹو ادارے ہیں اگر وہ Intrest of the State کچھ بھی کریں تو ٹھیک اگر وہ صرف اپنے-----

جناب اسپیکر : کچکول صاحب یہ بحث نہیں ہورہی ہے صرف یہ بتائیں کہ

تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں۔

مسٹر کچکول علی ایڈووکیٹ : میں اس پر آجاؤں گا کہ یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ یہ ایجنسیاں ہیں ہمارے سیاست دانوں کو بھی نہیں بخشتا ہے یہ جناب جولائی کی جو برائیٹ ہے دیکھ لیں اس وقت جو درانی صاحب آپ کے فلم اسٹار ہیں آپ کے بلوچستان کی شخصیت کو بھی برائیٹ کیا ہے۔ آیا ان کا کام یہ ہے کہ جو سیاست دان ہیں انہیں کرپٹ کرنا ان کی تذلیل کرنا ریاست کو جو عوام کی فلاح کی خاطر ہے اس کو اپنے من مانی کے تحت چلانا میں کہتا ہوں یہ رائیٹر ظفر عباس اس نے ہیرالڈ میں دے دیتا ہے کہ خدا کے لئے جرات کرنی چاہئے کہ ان مسئلوں پر قومی اسمبلی میں ڈبیٹ کرنا چاہئے اگر اس میں ہمارے سیاستدانوں کا قصور ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں ہمارے بلوچستان کے سندھ کے پنجاب کے لیڈروں کے یہ غریب عوام کے لیڈر نہیں ہیں اگر یہ سچ ہے تو یہ آئی ایس آئی کے فرمانبردار ہیں تو ان کو اسمبلی میں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ یہ تو عوامی نمائندے کے حق دار بھی نہیں ہیں اگر یہ الزامات ہیں اور یہ جو بل پیش کیا ہے اس میں یہ جو لسٹ دی ہے ان کو چاہئے کہ----

مولانا عبدالباری : جناب ان کے پاس کرپٹ سیاستدانوں کی لسٹ ہے وہ پڑھ کر سنائیں کہ وہ کون ہیں۔ رسالے کو بنیاد بنا کر تقریر کرتا ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل : (وزیر خزانہ) ہاں نام بتائیے۔

قائد ایوان : جناب وہ رسالہ پڑھ کر کہہ رہا ہے تو مولانا صاحب جو تقریر کرتے ہیں وہ تو بھی ساری اخباری کٹنگ پر ہوتی ہیں۔ آپ کیوں اقرار کر رہے ہیں؟

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) جناب میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں۔

جناب اسپیکر : آپ کو ان کی تقریر پر کوئی اعتراض ہے پوائنٹ آف آرڈر

اسمبلی کی کارروائی پر ہوتا ہے آپ کو اس کی تقریر کے کسی حصے پر اعتراض ہے تو بتائیں۔

عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) جناب اسپیکر میں اس پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں کہ یہاں پر تحریک استحقاق آیا ہے ہم پچھلی میٹنگ میں یہاں پر موجود نہیں تھے۔

جناب اسپیکر : آپ تشریف رکھیں جب وہ اپنی بات مکمل کرلیں پھر آپ اپنی بات کریں۔ اگر آپ کو ان کی تقریر کے کسی حصہ پر اعتراض ہے تو پھر آپ کا پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے۔

عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) جناب اسپیکر میں یہ کہتا ہوں کہ ان کی تقریر اس وقت غیر ضروری ہوجاتی ہے جبکہ تحریک استحقاق کسی خاص واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جب تک استحقاق میں Specific کا ذکر نہیں ہو تاکہ معلوم ہو کہ کس چیز پر وہ بول رہے ہیں۔ کون سا واقعہ ہے کہ آپ کہیں کہ واقعی ایسی بات ہے دیکھئے استحقاق جب کسی کی طرف سے آتا ہے تو اس میں خاص نشاندہی ہوتی ہے۔ فلاں واقعہ فلاں قصہ اس میں تو Specific ہی نہیں۔ آپ جنرل ڈسکشن کررہے ہیں اور اسمبلی کا ٹائم ضائع ہورہا ہے میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ استحقاق اس وقت بنے گا جب اس کے Specific سامنے آئیں کہ فلاں جگہ سفر ہوا ہے فلاں کی ڈاک ہورہی ہے فلاں طریقہ سے ہورہا ہے تو پھر ہم اس پر کچکول علی صاحب کا ساتھ دیں گے اور ان کی بات مانیں گے کہ واقعی اس سلسلہ میں آئی ایس آئی اور یہ جو سنسر اتھارٹی نے جو چیزیں کررہے ہیں صحیح نہیں مگر یہاں پر Specific کی غیر موجودگی میں میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بن سکتا ہے۔

مسٹر کچکول علی ایڈووکیٹ : (وزیر) جناب والا میں اس پر آجاؤں گا کہنے

کی بات یہ ہے کہ ــــــ

جناب اسپیکر : کچکول صاحب جیسا کہ انہوں نے اپنی تحریک استحقاق دی ہے کیا ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔

مسٹر کچکول علی ایڈووکیٹ : (وزیر) جناب والا میں یہ کہتا ہوں کہ یہ جو نوٹیفکیشن ہے۔

جو ہمارے بنیادی حقوق ہیں ہمارے آئین نے اس میں جو ہمارے حقوق ہیں یعنی اسپیکنگ' ایکسپریشن' کومنی کیشن یہ سب بنیادی حقوق میں آتے ہیں اور بنیادی حقوق میں پارٹی ایسو سی ایشن یہ بھی آتے ہیں اگر پنجاب والا آپ تحریک استحقاق کے متن کو دیکھیں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر جتنی پارٹیز ہیں ان پارٹیوں کی جو اسپانڈنگ ان کی جو نوٹیفکیشن ہے انہیں تو سنسر کیا جارہا ہے جیسا کہ ابھی بھی عبدالحمید صاحب نے فرمایا تھا کہ اس میں کسی چیز کو اسپیسفائی کریں اس اسپیسفائی کرانے سے بڑھ کر کوئی اور چیز ہوگی اس میں انہوں نے ایک آرڈر اگست میں ایشو کیا ہے ان پارٹیوں میں جتنی خط و کتابت کو سنسر کیا جائے اس سے بڑھ کر میرے خیال میں کوئی اور خاص اسپیسفائی یا اسپیفکیشن نہیں ہوگی۔ کہنے کی بات جناب والا یہ ہے کہ یہاں جتنے پارٹیز ہیں یا ان کی جو خط و کتابت ہوتی ہے۔ اس پر قدغن لگانا اس کے لئے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ وائلیشن آف اینڈ فنڈامینٹل رائٹس ہے۔ آپ آرٹیکل 19 کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کی تہہ میں جائیں اس کی جو انٹرپیشن کی گئی ہے فنڈامینٹل کی جو ڈاکٹرین اور جو فلاسفی سے آیا کسی پارٹی کی Correspondence کو سنسر کرنا اس پارٹی کے جو اختیارات ہیں اور اس کے جو استحقاق ہیں۔ اور جنہیں آئین نے برقرار کیا ہے۔ کیا اس کی وائلیشن میں نہیں آتا ہے میں کہتا ہوں کہ آیا یہ آئین کی وائلیشن ہے فنڈامینٹل رائٹس کی وائلیشن ہے۔ اے ور پروبج بوشن کی اور جو پرولیج بوشن اس کے ساتھ پیش کیا جائے اور اس پر ڈیبیٹ کیا جائے۔

عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) جناب اسپیکر صاحب پوائنٹ آف آرڈر میرے خیال میں یہ بحث خواہ مخواہ لمبی ہوتی جارہی ہے بات دراصل یہ ہے کہ جہاں تک فنڈامینٹل رائٹس کی وائلیشن کا تعلق ہے اس حد تک ہم کچکول علی صاحب کی حمایت کرتے ہیں مگر یہاں سوال یہ ہے کہ یہاں پر استحقاق کا ایک خاص معاملے میں استحقاق کا سوال ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں جہاں تک فنڈامینٹل رائٹس کی وائلیشن کا تعلق ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم بھی یہی کہتے ہیں پارٹیوں کی ڈاک کو سنسر نہیں ہونا چاہئے آئی ایس آئی بہت ساری باتیں کرتی ہے اور گورنمنٹ کے مختلف ادارے ہیں جو غلط کام کررہے ہیں۔ مگر اس کے لئے محرک یا کوئی اور ______

جناب اسپیکر : اس مسئلے کو زیر بحث لانے کے متعلق ایڈووکیٹ جنرل صاحب وضاحت فرمائیں۔

محمد یعقوب یوسفزئی ایڈووکیٹ جنرل : جناب والا! اس امر کی اطلاع مجھے اخبار کے ذریعے ملی کہ آپ نے طلب فرمایا ہے۔ مجھے اس اخبار کے ذریعے ہی اندازہ ہوا کہ آپ نے کس مقصد کے لئے یہاں طلب کیا ہے یہ جو تحریک استحقاق ہے۔ میں اس کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ پھر اس کے متعلق بتادوں گا کہ اس پر گفتگو کرسکتے ہیں یا نہیں۔ تحریک یہ ہے کہ اسمبلی کی کارروائی روک کر ایک اہم مسئلے پر غور کیا جائے واقعہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان کی ہدایت پر انٹیلی جنس بیورو جمہوری وطن پارٹی اور دیگر اٹھارہ جماعتوں کی ڈاک کو سنسر کررہی ہے یہ وضاحتی خطوط رجسٹرڈ لیٹر تمام دستاویزات کو سنسر کرکے آئین کے تحت دی گئی آزادی پر قدغن لگارہی ہے۔ اس طرح نجی امور میں مداخلت کرکے معاشرتی قبائلی روایت کو تہس نہس کیا جارہا ہے یہ آپ کے سامنے سوال ہے۔ اس کے متعلق میں جو سمجھ سکا ہوں جو اس اسمبلی کے اختیارات ہیں تو اس سلسلے میں دستور کی مکمل پروٹیکشن آپ کو حاصل ہے اس پر میں صرف یہ آپ کی توجہ اس آرٹیکل کی طرف دلادوں گا جس میں آپ کے اختیارات کو چیلنج یا بتادیا گیا

ہے دستور کی 127 میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ قومی اور صوبائی اسمبلی پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

PARLIAMENT.

Subject to the constitution the provisions of clauses 228, Article 53,54,55, 63 to 67 and 77 to 87 and also article 88 shall apply in to relation to the Provincial Assembly on the Committees or members there of or the Provincial Government but so that any reference to the Majlis-e-shoora shall be reference to the Provincial Assembly.

اس کو پڑھنے کے بعد دیکھنا پڑتا ہے۔

جو اختیارات اور مراعات ممبر مجلس شوریٰ کے ہیں وہ بعینہ آپ کے ہیں۔

آرٹیکل 127 کے تحت ہے۔

آرٹیکل 66 میں ہے جو پریولیجز آف ممبر ہے یہ ہیں وہ اختیارات مجلس شوریٰ کے اور آپ کے پارلیمنٹ کے جو آپ کو بعینہ اسی طرح حاصل ہیں۔

Article 66. *Privileges of members etc.*

(1) Subject to the constitution and to the rules of procedure of majlis-e-shoora (Parliament) there shall be freedom of speech in Majlis-e-shoora (Parliament) and no member shall be liable to any proceedings in any court in respect of anything said or any vote by him in Majlis-e-shoora (Parliament), and person shall be so liable in respect of the publication by or under the authority of Majlis-e-shoora (Parliament) of any report, paper, votes or proceedings.

اگر آپ کی تقریروں کا کوئی حصہ شائع بھی ہوتا ہے وہ آپ کی اجازت بھی ہوتی ہے تو اس کی آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اگر آپ کی اجازت کے بغیر شائع ہو تو ذمہ داری ہوتی ہے۔

(2) In other respects, the powers, immunities and privileges of Majlis-e-shoora (Parliament) and be immunities and privileges of the members of Majilis-e-shoora shall be such as may from time to time be defined by law and, until so defined shall be such as were, immediately before the commencing day enjoyed by the National Assembly of Pakistan and the committees thereof and its members.

اس کی خاص ضرورت نہیں ہے۔

(3) Provision may be made by law for the punishment by a house of persons who refuse to give evidence or produce documents before a committee of the house when duly required by the committee so to do.

یہ ہیں وہ تمام اختیارات جو آپ کو بھی یقینا حاصل ہیں۔

ایک کتاب جو جسٹس منیر کی ہے جو 96ء میں چھپی ہے دستور کے مطابق اس میں آپ کے اختیارات کیا ہیں۔ اور اس ہاؤس میں ایک قدغن لگادی گئی ہے وہ 114 میں ہے اور پارلیمنٹ کے لئے 68 میں ہے حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی اس کو دو دفعہ ریپیٹ کیا ہوا ہے کہ آپ صرف ایک ڈسکشن نہیں کرسکتے۔ جہاں پابندی لگائی ہے وہ نہیں کرسکتی۔ باقی تمام معاملات پر آزادی سے بول سکتے ہیں۔

Article 114. No discussion shall take place in a Provincial Assembly with respect to the conduct of any Judge of the Supreme Court or of a High Court or of a High Court in the discharge of his duties.

اس ایک پابندی کے علاوہ قواعد و ضوابط میں آپ کے قواعد میں اگر کوئی پابندی ہے تو ٹھیک جہاں تک دستور کا تعلق ہے دستور میں آپ کے لئے مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ اور یہ آپ کیسے کرسکتے ہیں اور آرٹیکل 66 کے تحت آپ دیکھیں اس کی نوعیت کیا ہے۔

Interpretation.

The parliamentary privileges conferred on this article

under this Article is in absolutely requirement for independent and free discharge of various high level duties and performance of multi-farious functions by the parliament and its members and Committees in legislation field in the national interest. Absence of such prelates and immunities, may create difficulties for the Legislators in the performance of its various constitutional functions and privileges are enjoyed by the individual members because the House can not perform its functions without unimpeded use of the service of its own authority and dignity.

The concept of the freedom of the speech,
use of in clauses 19 is quietly different.
Speaker, order is 19.

The Freedom of speech as fundamental right under article 19 does not provide absolutely protection.

جو یہ ڈیوٹی اس ہاؤس کے اندر آپ دیتے ہیں اس پر کوئی رکاوٹ ڈالتی ہے اس

مقصد کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہاں دوسرے پیراگراف میں کہتے ہیں اس سلسلے میں اسی حوالے سے۔

آرٹیکل 19 جو اس چار دیواری کے حدود کے اندر ہے۔ ہائی کورٹ کے سپریم کورٹ کے جج کے لئے صرف پابندی ہے۔

اس میں قانون کی کچھ پابندیاں ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر اس کو پڑھنے کا فائدہ کیا۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں آپ لوگوں نے خود ایک تحریک پیش کی ہے اس کی وضاحت ہونی چاہئے۔

ایڈووکیٹ جنرل : ان پر قانون کی پابندی کچھ موجود ہے تو اس سلسلے میں The Freedom of arm جس میں یہ بھی کہا کہ آپ صرف لیجسلیشن کا کام نہیں کرتے ہیں۔ آپ لیجسلیشن کے علاوہ بھی بہت سے کام کرتے ہیں اور اس معاملات کو زیر غور لاتے ہیں اور اس قراردادیں پیش کرتے ہیں اور اس میں انہوں نے یہ طریقہ کار یہ بتایا کہ تحریک پیش کرتے ہیں سوالات پیش کرتے ہیں کٹ موشن پیش کرتے ہیں اور باقی معاملوں کو بھی زیر غور لاتے ہیں۔ اگر اس حوالے سے دستور کے آرٹیکل کی روشنی میں جو یہ تحریک سامنے آرہی ہے۔ اس کا تعلق تو کسی ایک فرد واحد سے تو نظر نہیں آتا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ اس کے اندر بہت سارے معاملات ایسے ہیں جن کو طے کرنا بہت ضروری ہوگا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ جو آپ کا جنرل پوسٹ آفس کا قانون ہے اس کے دفعہ 26 کے تحت یہ کہا گیا اور اسپر شق مشروط ہے کہ On the accurrence of any public emergency جہاں پبلک ایمرجنسی کی شق ہو

Or in the interest of the public safety and tranquility

اور تحفظ کرنا ہو مفاد عامہ کا تو پھر مرکزی حکومت اور یہاں تک کہ صوبائی گورنمنٹ کو بھی اختیارات ہیں۔

Government or any officers are specially authorised in this Government may by the order in writing, The provincial behalf by the central or provincial that any postal article or class or description of postal articles direct of transimission by the post shall be intercepted and drained in course.

اس کے لئے تحریری آرڈر ہونا چاہئے یہ دفعہ 26 واحد ایک اس میں جس کے نتیجے میں جس تنظیم کے خلاف آپ یہاں جس بات کو زیر غور لا رہے ہیں میں یہاں آنے سے پہلے پوسٹ ماسٹر جنرل سے اس پر بحث کی اور ان سے پوچھا کہ اس کا طریقہ کار کیا ہے آپ کیوں کرتے ہیں انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نہیں کرتے انٹیلی جنس بیورو یا (آئی ایس آئی) کا محکمہ کرتا ہے ان کے لئے فیڈرل گورنمنٹ نوٹیفکیشن جاری کرتا ہے اور وہ چھ چھ مہینے کے ساتھ Expire ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح سے وہ یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔ اس لئے میری نگاہ میں اور جو کچھ میں نے آپ کے سامنے یہ آرٹیکل پیش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ سپریم کورٹ کا ایک فیصلہ بھی ہے مہربانی

کرکے اپنی ریکارڈ میں نوٹ کرلیں یہ 1973ء کا سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے آپ کے اس استحقاق کے سلسلے میں اور اس کا Nomantration (پی ایل ڈی) 1973ء سپریم کورٹ اور صفحہ اس کا ہے۔ 563 اور یہ ایک ریفرنس دی تھی جو ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے اس زمانے میں سپریم کورٹ سے پوچھی تھی کہ ہمارے بولنے کے حدود کیا ہیں اور ان حدود کا تعین اس طرح سے کیا ہے کہ آپ یہاں پر ہر اس بات کو زیر غور لا سکتے ہیں جس کے متعلق قانون نے اور دستور نے آپ پر پابندی نہ لگائی ہو اگر دستور نے پابندی لگائی ہے جس کا ابھی ایک تذکرہ ہوا۔ کہ چونکہ مقدمہ وہاں ہائی کورٹ میں ہے اس لئے اسے زیر غور نہ لایا جائے تو یہ بات الگ ہے اس کے علاوہ نتیجہ یہ ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر آپ دستور کے حدود کے اندر رہتے ہوئے قانون کے حدود کے اندر رہتے ہوئے مکمل طور پر اس معاملے کو زیر بحث لا سکتے ہیں اس کو آپ استحقاق کمیٹی کو پیش کرسکتے ہیں۔ وہاں پر البتہ ایک بات بڑی ضروری ہوگی کہ استحقاق کمیٹی کے اوپر یہ لازم ہوگا اور یہ فرض ہوگا کہ ان لوگوں سے جواب طلب کریں ان لوگوں سے پوچھیں کہ دفعہ 26 کا وہ نوٹیفکیشن پیش کریں ان لوگوں سے پوچھیں کہ وہ واقعات ہمارے سامنے بیان کریں جس کے نتیجے میں یہاں تو ایمرجنسی کا نفاذ ہوا ہے یا آپ اس قسم کے عمل سے اس لئے گزر رہے ہیں کہ آپ تحفظ مانگتے ہیں مفاد عامہ کا تو یہ ساری چیزیں اس میں ہوسکتی ہے میں سمجھتا ہوں آپ کو اس سلسلے میں پورا اختیار حاصل ہے۔

جناب اسپیکر____ شکریہ

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) جناب اسپیکر صاحب ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے بہت محتاط انداز میں آئین کو بیان کیا اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ان چیزوں کو وہ کریں یہ بات یہاں تک تو صحیح ہے مگر سوال یہ ہے کہ کس شکل میں اس کو اب آخر میں انہوں نے یہ کہا کہ وسعت واروں سے پہلے پوچھا جائے کہ انہوں نے یہ کام کیا بھی یا نہیں کس طریقے سے ہم پوچھیں قرارداد کی شکل میں استحقاق

کی شکل میں تو یہ کیا بنے گا یعنی اسمبلی کس طریقے سے کس انداز میں اس ادارے سے یہ پوچھے گی کہ وہ یہ کام کر بھی رہے ہیں یا نہیں کر رہے ہیں یہ بات واضح ہونی چاہئے یہ جناب ایڈووکیٹ جنرل صاحب کے بیان سے یہ بات واضح نہیں ہوئی ہے کہ یہ اسمبلی کس انداز میں کس طریقے سے اس کام کو آگے بڑھائے۔

جناب اسپیکر : میں اس کی وضاحت کرتا ہوں جو اسمبلی کے مجالس قائمہ ہیں اسٹینڈنگ کمیٹیز ہیں جو مختلف امور کے لئے کئے گئے ہیں جیسا استحقاق کمیٹی ہے یا مختلف جو کمیٹیاں ہے وہ کسی افسر کو بلاسکتے ہیں اس سے پوچھ سکتے ہیں اس سے وضاحت طلب کرسکتے ہیں جو آپ کرتے رہے ہیں شاید آپ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین ہیں آپ نے بلایا ہے افسران کو آپ کے پاس آڈیٹر جنرل بھی آتا ہے اکاؤنٹنٹ جنرل بھی آتا ہے اور وہ وضاحتیں کرتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر صاحب اسی بارے میں یہی تجویز مناسب ہے کہ ان کا کوئی بڑا ہوگا بلالیں وہ آرڈر دکھائے کہ اس میں کیا لکھا ہے اس سے پوچھ لیں اور ہمارا جو اپنا ایڈووکیٹ جنرل ہے یا کوئی اور وکیل اس کو بھی بلالیں پوچھ لیں یہاں پر آپ بلاسکتے ہیں۔

شیخ جعفرخان مندوخیل : (وزیر) جناب اسپیکر اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں پھر یہ جو تمام لوازمات ہے وہ طے کرلیں گے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے بھی ٹیلی فون ٹیپ ہوتے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ ان کو یہ اختیار کس نے دیا وہ کیوں دندناتے پھر رہے ہیں اس طرح۔

عبدالقہار خان ودان : (وزیر) جناب اسپیکر میرے خیال میں اس پر اگر ہماری رائے یہ ہے کہ اسمبلی میں اس پر بحث ہوجائے اور اس میں بہت سے ایشوز بھی ہیں اور بھی ہیں جو جعفر صاحب نے بتایا تھا کہ ہمارے ٹیلی فون پر انہوں نے کنٹرول لگایا ہے اس میں کافی چیزیں ہیں جو انہوں نے کیا ہوا ہے میرے خیال میں اس پر Debate

ہونی چاہئے اس کے بعد پھر استحقاق کمیٹی میں جانا چاہئے استحقاق کمیٹی پورا انویسٹیگیشن کرلیں پھر اس کے بعد جو بھی نکلتا ہے میرے خیال میں اس طرح کرلیں یہ بہت اہم مسئلہ ہے اس پر پوری بحث ہونی چاہئے۔

جناب اسپیکر : نواب صاحب آپ کچھ کہیں گے یا میں اپنی رولنگ دیدوں۔

بلوچستان اسمبلی کی قواعد و انضباط کار کے قاعدہ 60 کے تحت میں اس کو باضابطہ قرار دیتا ہوں اور استحاق کمیٹی کے حوالے کرتا ہوں اور وہ دو مہینے کے اندر اپنی رپورٹ دیں۔

تحریک استحقاق نمبر26 جناب مولانا عبدالباری صاحب پیش کریں۔

مولانا عبدالباری : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں درج ذیل تحریک استحقاق کا نوٹس دیتا ہوں تحریک یہ ہے کہ مورخہ 96-10-14 کو روزنامہ مشرق کوئٹہ میں سابق نگران وزیراعظم پاکستان جناب معین قریشی کے بیان جس میں کہا گیا ہے کہ پاگل ملاؤں اور امیروں نے اسلام کی روح کو مجروح کیا ہے اس طرح سے تمام مسلمانوں کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور ان کی دل آزاری ہوئی ہے لہٰذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلے پر بحث کی جائے۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب آپ کے علم میں ہے کوئی پاگل ملا؟

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر جو پاگل ہے وہ ملا نہیں ہوتا ہے جو ملا ہوتا ہے وہ پاگل نہیں ہوتا ہے۔

جناب اسپیکر : پھر تو میرے خیال میں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

مولانا عبدالباری : ضرورت نہیں ہے تو آپ منظور کریں۔

جناب اسپیکر : نہیں آپ کہہ رہے ہیں کہ جو ملا ہوتا ہے وہ پاگل نہیں ہوتا ہے اس نے پاگل ملاؤں کو کہا جو ہے۔

مولانا عبدالباری : پاگل ملا نہیں ہوتا ہے دونوں کو کیسا جمع کردیا ہے اور اس کی جو میں تکلیف ہے وہ کیا ہے وہ میں بتادوں قریشی صاحب کو جناب اسپیکر یہ جناب معین قریشی صاحب نے پاکستان اخبار روزنامہ مشرق کے حوالے سے ایک بیان دیا ہے کہ پاگل ملاؤں اور امیروں نے اسلام کی تصور کو مجروح کیا ہے تو جناب اسپیکر میں سمجھتا ہوں کہ پاگل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بے عقل جس کا کوئی عقل نہ ہو کوئی شعور نہ ہو اگر کوئی عقل اور تھوڑا سا شعور دماغ میں نہ ہو بلکہ پاپا یعنی پاؤں میں ہو بلکہ پاگل اور ملا ایک عربی لفظ ہے اس کا مقصد ہے کہ علم سے بھرا ہوا ہے ملا اور ملا کا معنی ہے بھرنا تو اس کا مقصد یہ ہے۔

جناب اسپیکر : یہ کس زبان کا لفظ ہے ملا؟

مولانا عبدالباری : عربی زبان کا ہے ملا املا یہ ساری چیزیں عربیت سے ہے فارسی بانوں نے پشتونوں نے دوسرے تیسرے لوگوں نے۔ تو جناب اسپیکر پاگل جو ہے اس کا مقصد ہے بے عقل اور اس کا مقصد ہے لاشعور جس کے پاس نہ عقل ہوتا ہے اور جس کے پاس نہ شعور ہوتا ہے اور مولوی اور مولا لفظ کا معنی یہ ہے کہ جن کے پاس عقل اور علم ہو اور وہ علم سے باقاعدہ بھرا ہوا ہو اور میرے تجربے سے جناب اسپیکر ایک چیز گزرا ہے کہ جو حافظ قرآن ہوتا ہے قرآن حفظ کرکے اپنے دماغ اور اپنے سینے میں رکھ کر ڈاکٹروں سے میں نے خود سنا ہے کہ وہ نشہ بھی قبول نہیں کرتا ہے تو جب وہ نشے سے نشہ قبول نہیں کرتا ہے تو وہ کیسے پاگل ہوتا ہے اور میں نے دیکھا ہے جناب اسپیکر ہمارے جو اپنے بڑے علماء ہوتے ہیں تو عام لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ عمر کے آخری دور میں ان کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور ان پر دنیا کا حرص اور لالچ غالب ہوتا

ہے لیکن میں نے بڑے بڑے علماء کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان کی جو آخری عمر ہوتی ہے ان کے چہرے کی جو خوبصورتی ہوتی ہے ان کے دماغ کا جو پرواز ہوتا ہے اور ان کے اندر کے جو صلاحیتیں ہوتی ہیں وہ زیادہ ہوتی ہیں تو جناب اسپیکر ایک اجنبی معین قریشی کو آج پھر دوبارہ جو ہے اقتدار کا نشہ لگ گیا ہے۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب معذرت کے ساتھ اور ادب کے ساتھ آپ نے کہا کہ عمر کے ساتھ ساتھ یہ کہ وہ مرحوم ہو چکے ہیں مولوی صالح محمد صاحب مولوی عبدالسلام صاحب۔ (مداخلت)

مولانا عبدالباری : وہ اصل میں ہمارے آزاری بن گئے تھے ہم سے دور چلے گئے اللہ تعالیٰ نے بس اس دنیا سے اٹھالیا اس پر بحث نہ کریں جناب اسپیکر گزارش یہ کرنا تھی کہ معین قریشی کا ایسا بیان دینے کا مطلب کیا ہے معین قریشی ہے کون؟۔ اور قریشی صاحب نے بیان دیا کہ میرا حال تو ٹھیک ہے لیکن ملک کی حالت سخت خراب ہے میں سمجھتا ہوں کہ معین قریشی کی اپنی حالت ٹھیک نہیں ہے معین قریشی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بیانات جو مسلمانوں کے خلاف اسلام کے جو بنیاد پرست وہ سمجھتے ہیں اس کے خلاف دے کر اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہاں پر پاکستان میں جب سسٹم کو خطرہ ہوتا ہے تو اس کو دوبارہ نگراں وزیراعظم کے طور پر پیش کرنے کے مقصد سے امریکہ نوازی کو باقاعدہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے مقصد کے لئے ایسے بیانات جاری کرتے ہیں جناب اسپیکر معین قریشی وہ اجنبی آدمی ہیں جو بیرون ملک سے راتوں رات اس ملک پر پاکستان جو میں سمجھتا ہوں کہ جب ایسا اجنبی آدمی معین قریشی کی طرح جب پاکستان پر مسلط ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان ایک لاوارث ملک اور وطن ہے۔

جناب اسپیکر : آپ پاگل ملاؤں اور آمروں پر بحث کر رہے ہیں یا معین قریشی پر؟

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر معین قریشی کی حالت خود خراب ہے ایک

اجنبی آدمی جن کے پاس نہ پاکستان نیشنلٹی ہے راتوں رات اگر یہاں پر مسلط کیا گیا اور اس کو شناختی کارڈ فراہم کیا گیا۔

جناب اسپیکر : نہیں مولانا کل وہ تو گزر گیا وہ ماضی تھا۔

مولانا عبدالباری : تو جناب اسپیکر اس حوالے سے انہوں نے شائد مولویوں کی طاقت نہیں سمجھا ہے پہلے کیبنٹ میں انہوں نے اجلاس میں کہا تھا کہ ہمارے آنے کا مقصد یہ ہے جس کو سارے ایجنسیز کے ریکارڈ پر اخبارات صحافیوں اور اسمبلی کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ میرے بولنے کا پہلا مقصد یہ ہے کہ مذہبی قوتوں کو راستے سے ہٹاؤ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قوتیں اگر ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ مذہبی قوتوں کو راستے سے ہٹائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس اور راستے بھی ہیں ایسے راستے کہ اس وقت اگر ہم اسی راستے پر چلیں تو آپ کے ادارے آپ کی بڑی بڑی قوتیں معافی کرکے ہاتھ جب جوڑ جوڑ کر ہمارے سامنے آئیں گے لیکن اس وقت ہم اس کو معاف نہیں کریں گے تو معین قریشی کو جو دوبارہ اقتدار کا ہوس اور شوق لگا ہے اس کو میں متنبہ کرنا چاہتا ہوں اور ایسے لوگوں کو کہ ایسے لوگ ہم پاکستان میں دوبارہ بطور نگراں وزیراعظم برداشت نہیں کریں گے اور ایسے بیانات جو امریکہ کی خوشنودی کے لئے جاری کرتے ہیں اس سے پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کا نظریہ پاکستان کا استحقاق مجروح ہوا ہے ملاؤں نے انگریز سامراج کے خلاف برطانوی سامراج کے خلاف جہاد کیا ہے پاکستان کی آزادی کے لئے تحریکیں چلائی قربانیاں دی ہیں سب کچھ ریکارڈ پر ہیں وہ نہ مولوی سمجھتے ہیں اور امریکہ جو لائن دیتا ہے اس کو کوئی ہدایت دیتا ہے وہ اگر یہاں پر سب کچھ اخبارات کے حوالے سے تو جناب اسپیکر اس حوالے سے آپ جو ہیں جتنا آپ سے ہوسکے اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب اسپیکر : میں تو مولانا صاحب آپ کو ہوش مند اور دانا ملا سمجھتا ہوں میں تو آپ کو پاگل ملا نہیں سمجھتا ہوں اور جس طرح آپ نے کہا ملا پاگل نہیں ہوتا ہے۔ تو

پاگل ملاؤں کا وجود ہی نہیں ہے اس پر کیا استحقاق ہوا۔

مولانا عبدالباری : جناب یہ تو دو چیزیں آپس میں ضد کا مجموعہ ہے یعنی ملا اور پاگل اس ضد کو انہوں نے جمع کیا ہے۔ اور پھر اس سے ہمارے نظریہ اسلام کے رہبر ہیں ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے یہ تحریک استحقاق اس لئے میں نے پیش کیا ہے۔

جناب اسپیکر : یہ تو مولانا صاحب زیادتی ہے کہ کوئی اور شخص اپنا نام عبدالباری رکھ دے آپ کہیں کہ یہ کیوں رکھا ہے یہ تو میرا نام اور میرا استحقاق مجروح ہوا ہے یہ مناسب نہیں ہوگا۔

مولانا عبدالباری : جناب معین قریشی کو میں ذاتی طور پر بتا سکتا ہوں۔

جناب اسپیکر : سرکار کی جانب سے؟ عبدالحمید خان اچکزئی صاحب۔

عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بات کہی کہ اگر وہ سیدھے راستے پر نہیں آتے ہیں تو ہمارے پاس اور بھی راستے ہیں میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ کون سے راستے ہیں کابل والے ہیں یا کوئی اور۔

جناب اسپیکر : آپ لوگ اس تحریک کی مخالفت کرتے ہیں یا حمایت کرتے ہیں آپ ملاؤں کو پاگل سمجھتے ہیں یا نہیں؟

عبدالحمید خان اچکزئی : (وزیر) ملا پاگل تو ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔ پچاس فیصد پاگل ہیں مگر مولانا صاحب خدانخواستہ اس کیٹگری میں نہیں۔ بالکل نہیں ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب عبدالحمید خان صاحب نے وضاحت طلب کی ہے کہ کون سے راستے ہیں تو اسلام کے مختلف راستے ہوتے ہیں دعوت تبلیغ ہوتا ہے۔ تدریس ہوتا ہے پارلیمانی سیاست جمہوری سیاست ہوتی ہے یہ مختلف راستے ہیں ہم آپ کو بتادیں گے آپ کو وقت پر بتادیں گے فلور پر نہیں بتا سکتا۔

شیخ جعفر خان مندوخیل : (وزیر) جناب میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں ہے۔ اسلامی احکام کے متعلق اس کو نہیں بولنا چاہئے مولانا صاحب ہم سب سے زیادہ ہوشمند آدمی ہیں اس کا استحقاق تو مجروح نہیں ہو سکتا ہے کوئی اور ملا ہوں تو پھر ہے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : جناب انہوں نے تمام علمائے کرام کے متعلق یہ بات کہی ہے اور انہوں نے غلط بات کی ہے اور اس طرح سے سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب اسپیکر : ملا خود ایک غیر واضح لفظ ہے جس طرح مولانا صاحب نے کہا کہ میں ان کی تعریف سے اختلاف نہیں ہے۔ ایک عالم ہے جید عالم ہیں اور جہاں تک پاگل ملا ہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے ٹھیک ہے یہ ایک دوسرے سے لڑتے ہیں ایک دوسرے کو پاگل بھی قرار دیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہاں کوئی پاگل ملا ہے۔ میں اس تحریک استحقاق کو مسترد کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر : تحریک التواء نمبر10

میر ظہور حسین خان کھوسہ پیش کریں۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ (تحریک التواء نمبر10) : میں فوری اہمیت عامہ کے حامل تحریک التواء پیش کرتا ہوں کہ ڈیرہ اللہ یار کے قریب نامعلوم مسلح افراد نے مورخہ 96-10-14 کو پیٹرول پمپ کے کمشیٹو کو لوٹنے کی کوشش کی اور چوکیدار نے مزاحمت کی جس کے جواب میں ڈاکوؤں نے فائرنگ کر کے چوکیدار کو ہلاک کر دیا اور چالیس ہزار روپے لوٹ کر لے گئے۔ اس طرح کے واقعات ضلع جعفر آباد میں روز مرہ کے معمولی بن گئے ہیں (اخباری تراشہ منسلک ہے) ضلع جعفر آباد میں امن و امان کی صورت حال ابتر ہے لوگوں کو اپنی جان و مال کی تحفظ نہیں ہے اور علاقہ کے لوگ خوف و ہراس میں مبتلا ہیں۔

لہٰذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہمیت کے حامل ضلع جعفر آباد میں بدامنی پر بحث کی جائے۔

جناب اسپیکر : تحریک التواء نمبر10 پیش ہوئی میرے خیال میں اس میں وضاحت کی ضرورت نہیں ہے اگر ہوم منسٹر صاحب اس پر کچھ کہنا چاہیں؟

نواب زادہ گزین خان مری (وزیر داخلہ) : جناب اسپیکر یہ درست ہے کہ 14 تاریخ کو یہ واقعہ پیش ہوا ضلع جعفر آباد میں پیٹرول پمپ کو لوٹنے کے لئے مسلح افراد آئے اور چوکیدار پر انہوں نے فائر کیا اور چوکیدار جاں بحق ہوئے تحقیقات جاری ہے کھوسہ صاحب نے اسے ذرا Exaggrate کیا چالیس ہزار تو اس لئے مسئلہ یہ نہیں ہے کہ چالیس ہزار ہو تیس ہو یا دس ہو اگر رقم میں اتنا Exaggrate تو واقعہ میں بھی ذرا Exaggrate ہے تحقیقات جاری ہے اب تک کچھ پتہ نہیں چلا جہاں تک ضلع جعفر آباد کا امن و امان کا مسئلہ ہے ایک واقع کو اتنا Over Project کر رہا ہے معاملہ ٹھیک ٹھاک ہے اور ہمارے جو بھی فورس ہے اس کے تحقیقات میں لگے ہیں۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : اخبار میں ذکر ہے اس کے اندر میں نے اپنی طرف سے اس کو بڑھایا چڑھایا نہیں ہے لیکن وہاں پر تو روز مرہ ہے امن و امان کا مسئلہ ہر رات وہاں چوریاں ہوتی ہے اور چور گھستے ہیں گھروں میں اور اگر کوئی بھاگ جاتا ہے اس کو مارتے ہیں ڈنڈوں سے پھر زبردستی مال مویشی کو وہاں سے لے جاتے ہیں اور آج تک کوئی وہاں برآمدگی نہیں ہوئی ہیں یہاں تک کہ میرے اپنے گاؤں سے دو چوریاں ہوئی ہیں اس بیس روز کے اندر اور ایک جو ہے وہ اپنے طریقے سے واپس کیا اور ابھی تک دوسرے گھر سے جو بیل لے گئے ہیں ابھی تک برآمد نہیں ہوا اس طرح کے واقعات روزانہ ضلع جعفر آباد میں چوریاں سارے جعفر آباد کے اندر اور بالخصوص وہاں پر پولیس بھی اس کو سپورٹ کرتی ہیں بالخصوص پنہور سنھڑی تھانہ پولیس 298 کے ایس ایچ او وہ خود بھی لوٹ مار میں ان کے ساتھ ہیں بلکہ وہ بیچالوگوں کو پکڑ کے بیں

بیس دن تھانے میں بند کر کے ان سے ہر ایک سے پانچ ہزار بیس ہزار دس ہزار میں چاہوں گا کہ اس طرح کی ایک کمیٹی بنایا جائے جو جاکر جعفر آباد میں امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کریں اور اس طرح کے جو کرپشن وہ جو زیادتی ہوتی ہے ایس ایچ اوز کے طرف سے بلخصوص ہنہور سنہڑی اور 298 اس کی انکوائری کریں عوام سے معلوم کریں کہ واقعی اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں اس طرح کے لوٹ مار پولیس کی طرف سے ہوتی ہیں یا نہیں۔

جناب اسپیکر : منسٹر صاحب آپ پر خصوصی توجہ دے دیں جو علاقے کا یا تھانے کا اس نے ذکر کیا ہے جو تحریک التواء انہوں نے پیش کی ہے۔

نواب زادہ گزین خان مری (وزیر) : جیسے ظہور صاحب کہہ رہا ہے جناب اسپیکر پولیس والے رشوت لیتے ہیں اس سے میں کسی حد تک انکار نہیں کرسکتا ہوں وجہ یہ ہے اگر یہ ہمیں پورا اختیار دیں جو بھی ممبران ہیں کہ پولیس اور یہ صرف اپنے علاقے کے مسئلہ بتا دیں کہاں ڈکیتی زیادہ ہو رہا ہے کس نوبت کے کس طرح کے تو اس حساب سے ہم اپنے فورس کو زیادہ جانتے ہیں کہ کون سا آفیسر کہاں پر زیادہ فٹ ہے ظہور صاحب سامنے بیٹھے ہوئے ہیں جتنے ایس ایچ اوز ہے ان معزز اراکین کے پسند پر لگے ہوئے ہیں تو جب آفیسر اپنے پسند کے مانگتے ہیں تو کام بھی انہی کے پسند پر ہوگا۔

جناب اسپیکر : منسٹر صاحب یہ آپ کی discretion ہے اور آپ کی ذمہ داری ہے بحیثیت منسٹر کہ آپ بلوچستان کے law and order situation کو دیکھیں اور کوشش کرکے کنٹرول کریں یہ آپ کی discretion ہے اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ آفیسر غلط ہے کوئی ممبر آپ کو سفارش کرتے ہیں آپ ان کو نہیں مانے یہ آپ کی discretion ہے ان ممبران کی discretion نہیں ہے تو آپ اپنے ذمہ داری House پر یا House کے ممبران پر نہیں ڈالیں آپ بااختیار ہیں آپ کا محکمہ بااختیار ہے آپ کا پولیس ڈیپارٹمنٹ بااختیار ہے آپ کریں قانون کے مطابق۔

نواب زادہ گزین خان مری (وزیر) : جناب اسپیکر صاحب آپ میری بات سنیں آپ بلکل صحیح کہہ رہے ہیں کہ میں ایک ہی ڈیپارٹمنٹ کا منسٹر ہوں سارے ڈیپارٹمنٹ کا منسٹر نہیں ہوں میرے حلقے میں بھی مختلف کام اور مجبوریاں ہیں ہر منسٹر یہ کہتا ہے کہ جی آفیسر نہیں دوں گے میں آپ کام نہیں کریں گے تو آپ بتائیں یا اس کے لئے کوئی طریقہ کار نکالیں۔

جناب اسپیکر : نہیں جی یہ تو آپ کا Law and order situation میرے خیال میں ایک Hospital بنانے سے یا چار گندم کے بوری لینے۔سے یا ایک روڈ بنانے سے زیادہ اہم ہے جس میں انسانی Right کا مسئلہ ہے۔ اس میں کوئی بھی رعایت نہیں دینی چاہئے۔

نواب زادہ گزین خان مری : (وزیر داخلہ) جناب جتنے بھی رکونسٹ درخواستیں ہوتی ہیں تو میں ان پر جناب اپنی صوابدید سے فیصلہ کرتا ہوں۔ کوشش کرتے ہیں جہاں مسئلے ہوتے ہیں ان کو حل کریں۔

جناب اسپیکر : کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ نصیر آباد میں وارداتیں ہو رہی ہیں حالات خراب ہیں؟

وزیر داخلہ : جناب صرف نصیر آباد میں نہیں سارے پاکستان میں ساری دنیا میں مسئلے ہیں مہنگائی ہے۔

جناب اسپیکر : لاء اینڈ آرڈر کی بات کریں۔

وزیر داخلہ : نہیں جناب نسبتاً یہاں حالات پر سکون ہیں یہ تو ایک واقعہ تو کسی ایک واقعہ کی نشاندہی کریں۔

پھر ہم ان کا جواب دے دیں گے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : چار پولیس والے مارے گئے ہیں۔ روز

چوری ڈکیتیاں وارداتیں ہوتی ہیں سارے بلوچستان کے امن و امان کی حالت خراب ہے صوبہ بلوچستان کا حال یہ ہے روزانہ اخبار دیکھیں تو ہر روز اخبار ایسے واقعات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

وزیر داخلہ : کوئی خاص واقعہ ہے تو بتائیں ہم کارروائی کریں گے ہم کوشش کریں گے کہ نصیر آباد میں امن و امان کی کوشش کریں گے۔

جناب اسپیکر : وزیر داخلہ کی یقین دہانی پر محرک اپنی تحریک پر زور نہیں دیتے ہیں۔

جناب اسپیکر : گزشتہ اجلاس میں ڈیرہ بگٹی میں ایک جائزہ کمیٹی برائے کرفیو تشکیل دی گئی تھی۔ اس کی رپورٹ ایوان میں آچکی ہے۔ کمیٹی نے وہاں پر جاکر جائزہ لیا۔ جو آپ کے سامنے پیش کردی گئی ہے آج اس پر عام بحث ہے کوئی معزز رکن بحث کرنا چاہے ہے میر ظہور حسین خان کھوسہ آپ وہاں گئے تھے اور رکن تھے اس لئے آپ ایوان کو بتائیں۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : جناب والا! 23 جون 96ء کو آپ نے ایک جائزہ کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس میں ہمارے ممبر مولانا عطاء اللہ صاحب تھے میر عبدالجید بزنجو تھے میں تھا۔ ہم 10 اگست کو یہاں سے روانہ ہوئے اور شام کو ڈیرہ بگٹی پہنچے رات کے ساڑھے آٹھ بجے کے قریب وہاں پہنچے تین چار گاڑیاں تھیں پہلا واقعہ تو ڈیرہ بگٹی پہنچتے ہی ہمارے ساتھ یہ ہوا کہ پچھلی گاڑی میر عبدالجید بزنجو کی تھی اس کو روکا ایف سی والوں نے اس کو روکا کافی چھان بین کی ان کو بتایا گیا کہ یہ منسٹر کی گاڑی ہے پھر انہوں نے اجازت دی اور وہاں ہم نے وہاں جاکر رات گزاری مولانا عطاء اللہ صاحب کسی مصروفیت کی وجہ سے نہ آسکے۔ میر عبدالجید بزنجو صاحب تھے اور میں تھا تو رات گزرنے کے بعد جب ہم صبح نکلے تو لوگوں کو پہلے ہی پتہ چل چکا تھا۔ کہ یہاں پر کمیٹی ڈیرہ بگٹی میں آئی ہے کرفیو کو دیکھنے کے لئے آئی ہے تو از خود سینکڑوں کی تعداد میں وہاں

لوگ جمع ہوگئے اور ہر ایک روائیداد سنا رہا تھا کہ یہاں پر ہمارے ساتھ ظلم اور زیادتی ہوئی ہے۔ کیونکہ میں نے وہاں سے تھوڑے سے واقعات نوٹ کئے ہیں تو مختصر بیان میں بتاؤں گا ویسے بھی اس رپورٹ میں نام بھی لوگوں کے شامل ہیں۔ تقریباً 50 لوگوں کے وہاں سے بیانات وغیرہ لئے۔ مختصر میں عرض کروں گا جیسا کہ لوگوں نے بتایا ایک شخص نے بتایا کہ شام کو میری بچی بیمار تھی میں اسپتال لے جانا چاہتا تھا تو چیک پوسٹ کے قریب میں پہنچا تو ایف سی والوں نے روک لیا کہ کرفیو ہے وہاں بیٹھا لیا۔ بچی بیمار تھی اجازت نہیں دی۔ تو اسی رات وہ بچی فوت ہوگئی۔ اور وہاں پر زیادہ تر بگٹی ہیں آس پاس یا نزدیک رہتے تھے جو اپنی شکایات لے کر آگئے تھے تو کوئی بھی وہاں سے بیماری کی صورت میں نہیں آسکتے ہیں وہاں پر بیسیوں چیک پوسٹ ہیں ہر راستے سے ہر طرف سے لوگوں کو سکون نہیں ہے۔ تو وہاں سے تکالیف ہے۔

جناب اسپیکر : یہ تفصیل تو رپورٹ میں ہے جو سفارشات ہیں وہ پیش کریں۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : جناب والا میں تو تفصیل بتانا چاہتا تھا مگر حال میں مختصر عرض کروں گا۔ سفارشات۔

1- گوکہ انتظامیہ نے کرفیو لفٹ کیا ہوا ہے مگر حالات کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کرفیو جیسے حالات ہیں۔

2- ایف سی کی جگہ جگہ تعین گی ہونے کی وجہ سے روز مرہ کے معمولات متاثر ہوتے ہیں اسپتال میں دو مورچے ہونے کی وجہ سے اور دفعہ 144 کی وجہ سے علاج معالجہ کی سہولت سے محروم ہیں۔

3- جگہ جگہ مورچے اور ایف سی کی بھاری نفری ہونے کی وجہ سے لوگوں میں خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ دفعہ 144 نافذ ہے۔ چیکنگ اور عوام کی تلاشی سے وہ آرام اور سکون کی زندگی نہیں گزار رہے ہیں۔

4- کرفیو جائزہ کمیٹی کے رہبران کے ساتھ جو نامناسب سلوک کیا گیا جیسا کہ میں نے

پہلے ایک واقعہ بتایا اور رات کو دوسرا واقعہ کمیٹی کے ملازمین کے ساتھ ہوا۔ ان کے ساتھ نامناسب سلوک ہوا اور ان پر کلاشنکوف تان لی گئی۔ یہ اس کا ذکر ہے اور دس بجے بعد اسٹاف کو ہراساں کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہاں غیر یقینی حالات ہیں۔ رات دس بجے کے بعد ہر شہری کی نقل و حمل ممنون ہے۔ جس کی وجہ سے ہر شخص کو روکا جاتا ہے ہماری سفارش ہے کہ ان کو اجازت دی جائے وہ جہاں آزادانہ جانا چاہیں جاسکے۔ پابندی محسوس نہ کریں جس طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل 15 میں ہے کہ لوگوں کو نقل و حمل کی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی ہے اس آزادی کو اصل روح کے ساتھ اس شہر میں بحال کرنے کی ضرورت ہے کمیٹی کے سفارشات سے اتفاق کرتے ہوئے میں نے یہ دیکھا کہ رات کو دس بجے کے بعد صبح پانچ بجے تک عملاً کرفیو ہے۔

جناب اسپیکر : کوئی اور معزز رکن

میر عبدالنبی جمالی : (وزیر) جناب میں اس رپورٹ کی حمایت کرتا ہوں ہمارے معزز رکن وہاں گئے ہیں انہوں نے دیکھا ہے واقعی ایسے حالات ہیں رپورٹ کو صحیح سمجھتا ہوں تمام معزز ممبر اس ایوان کے ممبر ہیں میں ظہور صاحب کی حمایت کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ کرفیو اور دفعہ 144 جو ہوتا ہے وہ اور نوعیت کا ہوتا ہے کرفیو اور نوعیت کا ہوتا ہے جہاں دفعہ 144 نافذ ہے اس کے تحت کارروائی ہونی چاہئے نہ کہ اس سے تجاوز کر کے لوگوں کو ہراساں کیا جائے یا تکالیف پہنچائی جائیں۔ جیسے وہ ایک واقعہ سنا رہے تھے کہ ایک بچی جو علاج کے لئے اسپتال نہیں پہنچ سکی اور مرگئی ہے یہ بڑے افسوس کی بات ہے وہ بھی پاکستانی ہیں ہم بھی پاکستانی ہیں۔ فرنٹیئر کور والے بھی پاکستانی ہیں ان کو یہ احساس کرنا چاہئے کہ کسی بیمار کو تو طبی امداد تو پہنچانے دیں میں ان سفارشات کی حمایت کرتا ہوں اور یہ گزارش کرتا ہوں کہ ان کو ہدایت کی جائے اپنے اختیارات سے تجاوز نہ کریں۔

جناب اسپیکر : ایوان کی رپورٹ آپ کے سامنے آگئی ہے گورنمنٹ کو ہدایت کرنی چاہئے۔

جناب اسپیکر : سترام سنگھ

سردار سترام سنگھ : جناب اسپیکر کرفیو تحقیقاتی کمیٹی ڈیرہ بگٹی کی رپورٹ اس ایوان میں پیش کی جس سے ڈیرہ بگٹی کے حالات کی مکمل ترجمانی ہوتی ہے غیر معینہ اور غیر اعلانیہ جیسے کرفیو کے حالات ہیں وہاں کے لوگوں کو بے حد پریشان کیا جارہا ہے وہاں نہ ہی لوگوں کو آئین کے تحت دی گئی سہولیات ہیں۔

جناب اسپیکر : سردار صاحب یہ رپورٹ آگئی ہے آپ اس کی سفارشات سے متفق ہیں یا نہیں۔ آپ اس پر بات کریں۔

سردار سترام سنگھ : جناب ہم اس سے متفق ہیں اس کو منظور کریں۔

جناب اسپیکر : اس طرح سے کہیں نا

جناب اسپیکر : ارجن داس بگٹی

مسٹر ارجن داس بگٹی : جناب اسپیکر صاحب اس تحقیقاتی کمیٹی کے جائز رپورٹ سے سو فیصدی اتفاق کریں گے کیونکہ محرک بھی ہم ہیں اور ہم یہ بات بار بار کرچکے ہیں کہ ڈیرہ بگٹی کا جو ایک پرامن ضلع ہوا کرتا تھا جہاں پر ایک قبائلی صحت مند روایات ہوتی ہیں ہم آہنگی اور بھائی چارگی ہوا کرتی تھی وہ آج جو رپورٹ اس ٹائم اس مقدس ایوان کے سامنے پیش ہے اور اس آنریبل ایوان کے سامنے پیش ہے اس سے پہلے بھی حکومت ہماری بات کو نہ مانتی تھی بلکہ ہمیں تو بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ مجھ سے قبل تھوڑی دیر ہوئی ہمارے ممبر نے اپنے ضلع کی بات تو بہت افسوس ہوا کہ متعلقہ منسٹر نے یہ کہہ دیا کہ یہ واقعہ ہوا ہے حالانکہ اس میں ایک قیمتی جان ضائع ہوچکی ہے جناب اسپیکر اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے اگر دیکھا جائے

اسلامی تاریخ کے حوالے سے وہ بھی خلفائے راشدین کا وقت ہوتا تھا کہ اگر ایک آدمی کا خون ناحق ہوتا تھا تو اس کا بھی ذمہ دار حکمران وقت ہوا کرتا تھا۔ میری گزارش یہ ہے کہ آج ڈیرہ بگٹی کے بالخصوص حالات ہیں اور پھر جعفر آباد کے ہوں۔

جناب اسپیکر : آپ اس رپورٹ پر بحث کریں۔

مسٹر ارجن داس بگٹی : جناب میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس کی ذمہ داری آپ کے حکمران جو اس وقت ہمارے سامنے تشریف رکھتے ہیں ہماری بات وہ نہیں مانا کرتے تھے آج تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ وہی آئی ہے جس کے بارے میں ہم بار بار گزارش کرتے آئے ہیں۔ کہ ڈیرہ بگٹی کے حالات کو دانستہ طور پر خراب کیا جا رہا ہے میں ان سفارشات کی بھرپور طور پر حمایت کرتا ہوں اور آپ کے توسط سے حکومت وقت سے یہ توقع رکھوں گا کہ وہ اس قسم کے حالات جو پیدا کئے جا رہے ہیں ان پر کنٹرول کرے گی وہ کسی کے لئے یہ خوف ہراس کا جو سامان ہے لوگ کاروبار تجارت کھیتی باڑی سے محروم ہوگئے ہیں جناب اسپیکر اس وقت ایک بیمار تک نہیں پہنچ رہا ہے میری گزارش ہوگی کہ وہ اپنی ذمہ داری میں مخلصانہ طور پر ایماندارانہ طور پر منصفانہ طور پر اس طرف توجہ دیں گے اور جو دانستہ حالات خراب کئے جا رہے ہیں ایک شرعی آئین کی وائلیشن ہو رہی ہے اس پر وہ توجہ دیں گے۔

جناب اسپیکر : اب حکومت کی جانب سے؟

ڈاکٹر ایوان : میں یہ رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

Subject : ***DERA BUGTI SITUATION***

1. Conditions prevailing in Dera Bugti Agency are not normal. This is a fact and it has been recognized by the Committee. The Committee has reported that although there is no curfew in Dera Bugti, but the restrictions imposed are such that it is curfew idle situation.

While considering the Dera Bugti it must be kept in view that due to tribal feuds and clashes over a period of 3/4 year, a large number of people from both sides have died. On many occasions the law and order situation deteriorated to such an extent that the law enforcing agencies had to intervene, The curfew imposed in March this year was also necessitated by a major tribal clash.

2. Along-side tribal clashes, crime of such nature which challenges sate authority and jeopardizes the discharge of functions by government functionaries is rampant. Snatching of vehicles of government organizations and abduction of functionaries and incidence of extortion are numerous. At times the vital Sui gas Installations have been threatened. Due to this situation, the law enforcing agencies had to intervenes to prevent complete paralyses and ensure continued supply of gas.

3. Under such circumstances extra-ordinary measures are required to be adopted to control the situation which is abnormal for so many years. Check of the movement of arms and criminals is essential. This objective can be achieved by strenuous measures only. Setting up of piqued and barriers, post and mobile patrolling, occasional raids and searches of the places where criminals are hiding or taking refuge, or from where law enforcing agencies are fired upon with automatic weapons and rocket launchers are among such measures. It is natural that when such measures are adopted, in-convenience is also caused to the general public and to those also who are not involved in feuds or crimes Although the local administration and law enforcing agencies are repeatedly and persistently advised to be careful, discreet and polite while performing their duty, and the law enforcing agencies also are conscious of this, but there is no complete escape from in-convenience.

4. Objective of all government actions in the Agency are to maintain peace and restore normalcy in the area. However, the government alone cannot accomplish this task. People of the area are not only required to cooperate but should actively participate in the efforts towards this end. The people in general who are not party to any feud or crime should be vocal in providing support to the efforts of the government and inrestraining those elements who jeopardize peace and trilingually in the area, intend of criticizing the government and law enforcing agencies which is not deserved.

میر ظہور حسین خان کھوسہ : جناب والا میں نے اپنی رپورٹ میں واضح کہا ہوا ہے کہ وہاں کرفیو جیسے حالات ہیں اور جیسا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اور ہوم منسٹر نے کہا ہے کہ وہاں پر سختی ہے سختی نہیں ہے وہاں پر تو گزرنے ہی نہیں دیتے ہیں۔ جو کوئی وہاں بیمار ہے گاؤں سے لے کر اسپتال جانا چاہے تو وہ روک دیتے ہیں چیک پوسٹ پر روک دیا جاتا ہے کہ آپ کو آگے نہیں جانے دیا جائے گا کیونکہ رات کو کرفیو ہے۔ یہ ہم نے کمیٹی نے وہاں لوگوں سے بیان لئے اس طرح سے کئی واقعات ہیں وہاں سے ایک صاحب اپنی بچی کو اسپتال لے جانا چاہتے تو رات میں ان کو روکا گیا اور وہ واپس چلا گیا اور اس کی بچی وفات پاگئی اور دوسرا واقعہ ہوا۔ ایک دوسرا شخص بچے کو لے کر جارہا تھا اسے کہا گیا ہم آپ کو جانے دیں گے مگر آپ واپس نہیں آئیں گے وہ واپس نہیں آسکا۔

میر گزین مری : (وزیر) جناب کمیٹی کے دوسرے ممبر نہیں ہیں ان کی موجودگی میں بتائیں۔

جناب اسپیکر : یہ ان کے ذاتی مشاہدات ہیں جو وہ بیان کررہے ہیں۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : اس شخص کو اندر جانے نہیں دیا گیا اور وہ واپس آگیا۔ کوئٹہ سے ایک گاڑی آرہی تھی دو شخص اس پر سوار تھے وہ دس بجے پہنچے مگر ان کو شہر کے باہر روک لیا گیا اور ساری رات انہوں نے گاڑی میں گزارا جانے نہیں دیا گیا۔ صبح وہ سات بجے ان کو اجازت دی گئی اسی طرح ہم جہاں ٹھہرے ہوئے تھے اور اسٹاف میر عبدالمجید بزنجو صاحب کا اسٹاف کسی اور جگہ ٹھہرے ہوئے تھے تو دس سے پہلے وہاں ان کی گاڑی آتی جاتی رہی جہاں رہتے تھے کسی نے پوچھا نہیں دس بجے کے بعد جب وہ اپنی رہائش گاہ کی طرف جارہے تھے تو ان کے عملے کی گاڑی پر فوراً کلاشنکوف تان لیا گیا اور ان کو کہا گیا کہ کہاں جارہے ہیں انہوں نے بتایا کہ ہم میر صاحب کے ڈرائیور ہیں اور وہ وہاں رہائش پذیر ہیں۔ وہ سختی سے ان کے ساتھ پیش

آئے کہ یہاں کرفیو ہے آئندہ آپ نہ آئیں اور پھر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ میر عبدالمجید صاحب کے ڈرائیور کا ہم نے بیان ریکارڈ کیا۔ پرائیویٹ سیکریٹری کا بیان لیا ہے یہ تو کمیٹی کے ساتھ تھے۔

جناب اسپیکر : میر صاحب یہ تو ٹھیک ہے آپ نے جیسا کہ رپورٹ میں کہا کہ کرفیو نہیں ہے لفٹ کیا ہوا ہے۔ مگر وہاں سختی سے کرفیو جیسے حالات ہیں اس کے متعلق ہوم منسٹر نے کہا کہ ہم سختی کر رہے ہیں جو صورت حال ہے اس کو کنٹرول کریں۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : ٹھیک ہے سختی کریں 144 اسلحہ کے ساتھ نہ چلیں جلوس کے ساتھ نہ چلیں لیکن وہاں ایک آدمی کو بھی رات کو گزرنے کی اجازت نہیں ہے دو آدمی کو بھی نہیں ہے بیماری کی صورت ہو اپنے کھیتی باڑی پر نہیں جاسکتے ہیں۔ سختی کا انہوں نے کہا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہاں پر دس کے بعد کرفیو ہے۔ رات کو صبح پانچ بجے تک ہے میں یہ کہتا ہوں کہ مارچ میں جب کرفیو لگا تھا اور انہوں نے بیسوں چیک پوسٹ لگائے تھے۔

جناب اسپیکر : آپ نے جو رپورٹ پیش کی ہے آپ اس پر متفق ہیں؟

میر ظہور حسین خان کھوسہ : جناب اسپیکر میں نے رپورٹ دی ہے کہ جو آئین میں آزادی دی گئی ہے ان کو اس کے مطابق اجازت دی جائے لوگ آزادی سے آئیں جائیں وہاں اسکول بند ہیں وہاں او پی ڈی میں نہیں لوگ جاسکتے ہیں اب جو پاکستان کے آئین کے تحت عام آدمی کو آزادی دی گئی ہے اس پر پابندی نہ کی جائے۔

جناب اسپیکر : آپ نے کہا ہے کہ دس بجے کے بعد روکا جاتا ہے کرفیو تو دن کے وقت ہوتا ہے۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : رات کو بھی ایمرجنسی کی صورت میں نکلتے ہیں اور دن کو بھی خوف ہراس پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کا بھی بیان ہے۔ ڈی سی بھی موجود ہے۔ میرا مطالبہ ہے چیک پوسٹ ہٹائے جائیں دفعہ 144 کو ہٹایا جائے وہ چیک پوسٹ

ابھی تک ہیں۔

قائد ایوان : میر صاحب نے کہا کہ وہاں کرفیو نہیں ہے اور کمیٹی جو گئی تھی وہ خود دیکھے کہ کرفیو ہے یا نہیں ہے۔ رپورٹ آگئی ہے کہ کرفیو نہیں ہے۔ اب وہ یہ کہیں کہ چیک پوسٹ نہ ہو چیکنگ بھی نہ کریں اگر حکومت کو ضرورت پڑتی ہے تو چیک پوسٹ لگاتی ہے اگر ضرورت نہیں تو ہٹا دیتی ہے۔

میر گزین مری : (وزیر داخلہ) ہمیں خوشی ہے کہ ہماری پولیس وجلینٹ (vigilant) ہے اور اس نے وزیر کی گاڑی کو روکا ہمیں یہ توقع نہ تھی یہ خوشی ہوئی ہے۔

جناب اسپیکر : سردار سترام سنگھ اپنی رپورٹ پیش کریں۔ یا میر ظہور حسین صاحب رپورٹ پیش کریں۔ سب نے اس سے اتفاق کیا ہے یہ ہاؤس کی کمیٹی ہے ہاؤس اس کی حمایت کرے گا۔

میر ظہور حسین خان کھوسہ : میں یہ رپورٹ پیش کرتا ہوں کہ جو میں نے سفارشات کی ہیں کہ کرفیو تحقیقاتی کمیٹی میں سفارشات پیش کی ہیں جائزہ رپورٹ کو منظور کرے۔

(اس مرحلے پر جمہوری وطن پارٹی کے کچھ ارکان واک آؤٹ کر گئے)

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا کرفیو کمیٹی کی رپورٹ کو منظور کیا جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب اسپیکر : اب اسمبلی کی کارراوئی 17 اکتوبر 96ء صبح گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اجلاس کی کارروائی ایک بج کر اٹھائیس منٹ پر (دوپہر) مورخہ 17 اکتوبر 96ء صبح گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی ہوگئی)